احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مارچ 2018ء

آتشِ معرفت اور اسرارِ بقا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی علمی و روحانی خطاب

حکمرانی کے انداز بدلے مگر سیدنا صدیق اکبرؓ کے کارنامے آج بھی مشعل راہ

افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبرؓ

پاکستان کا نظامِ تعلیم، متشدد رجحانات اور مدارسِ دینیہ

(ایک تحقیقی جائزہ) ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی خصوصی تحریر (پہلی قسط)

23 مارچ 1940ء یوم پاکستان

پاکستان ایماندار اور راست گو قیادت نے بنایا

اشرافیہ کے اقتدار کے خاتمہ پر انصاف کے راستے کھلیں گے

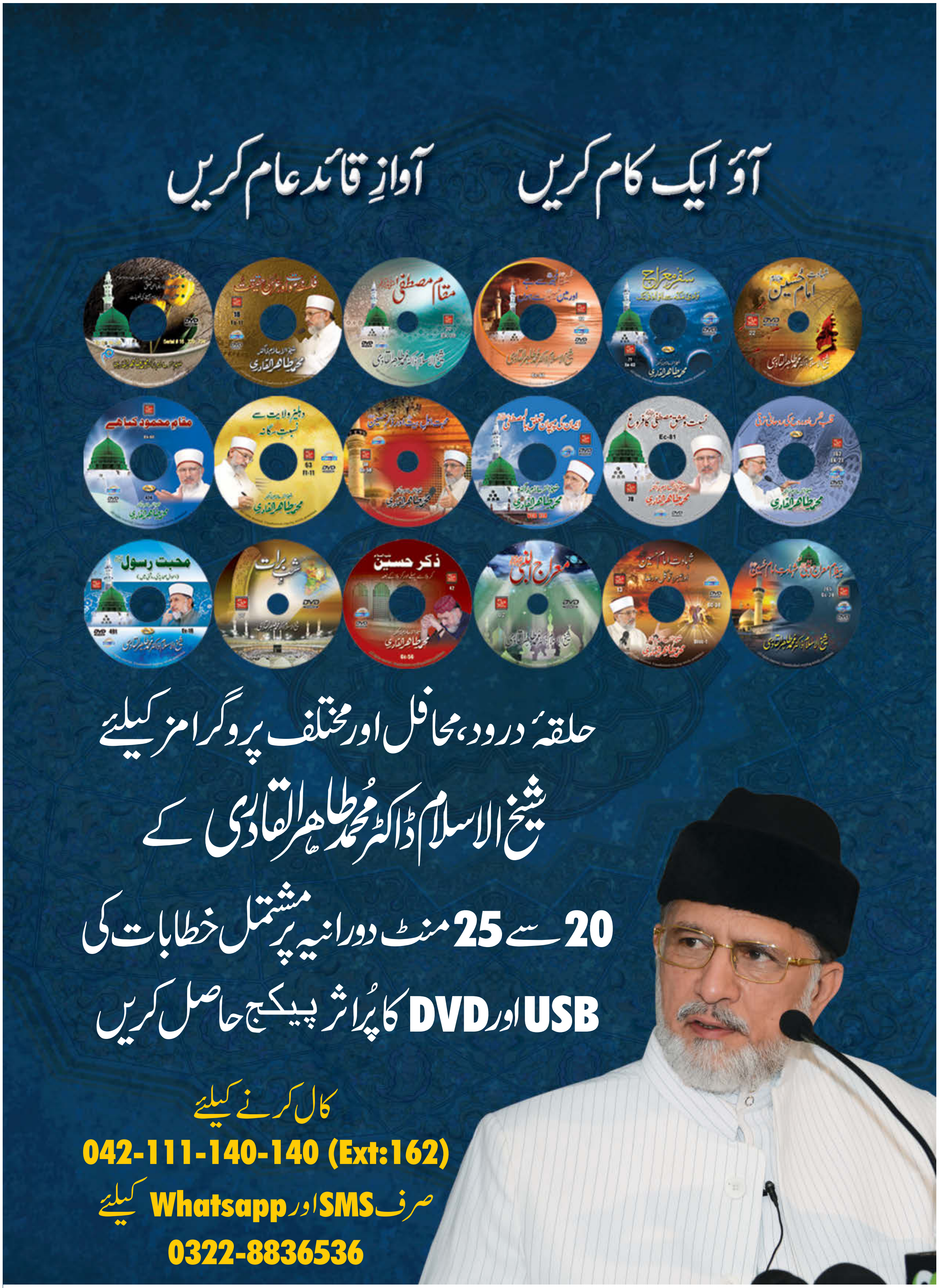
آؤ ایک کام کریں
آوازِ قائد عام کریں
حلقۂ درود، محافل اور مختلف پروگرامز کیلئے
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے
20 سے 25 منٹ دورانیہ پر مشتمل خطابات کی
USB اور DVD کا پُراثر پیکج حاصل کریں
کال کرنے کیلئے
042-111-140-140 (Ext:162)
صرف SMS اور Whatsapp کیلئے
0322-8836536

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیرالاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد شمارہ 3 / جمادی الثانی - رجب ۱۴۳۹ھ / مارچ 2018ء

بفیضانِ نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ

زیرِ نگرانی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی

محمد رفیق نجم، محمد ندیم چودھری

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم

جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان

منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصراللہ معینی

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی

محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم — گرافکس: عبدالسلام

خطاطی: محمد اکرم قادری — عکاسی: قاضی محمودالاسلام

حسنِ ترتیب

(اداریہ) ملک ایک، لٹیرے بہت	چیف ایڈیٹر	3
(القرآن) آتشِ معرفت واسرارِ بقا	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	5
(الفقہ) بِٹ کوائن ٹریڈنگ اور کریڈٹ کارڈ کا استعمال؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	12
افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	محبوب حسین	15
اسلام کی ترویج میں سفراءِ رسولِ اکرم ﷺ کا کردار	محمد اقبال چشتی	21
پاکستان کا نظامِ تعلیم متشدد رجحانات اور مدارسِ دینیہ	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	25
23 مارچ 1940ء ۔۔۔ یومِ پاکستان	نوراللہ صدیقی	30
پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کا اجلاس	رپورٹ	34
اخلاق باختہ کلچر کا میٹھا زہر اور اس کا تدارک	احسان حسن ساحر	36
منہاج القرآن یوتھ لیگ۔ مصطفوی انقلاب کا ہراول دستہ	مظہر محمود علوی	37

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info

www.facebook.com/minhajulquran

email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)

minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)

smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے

سالانہ خریداری: 350 روپے

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

تو خالقِ عظیم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن
تو قادر و کریم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

ہم غرقِ معصیت ہیں مگر اے غفور تو
ہر حال میں رحیم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

تو مبدی و معید ہے قیّوم و ذوالجلال
سبحان ہے علیم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

فانی ہر ایک چیز ہے اس کائنات کی
تو باقی و قدیم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

فریاد رس ہے آدم و نوح و خلیل کا
تو مرجعِ کلیم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

تیرا جمال غنچہ و گل سے ہے ضوفشاں
تو باری و کلیم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

انعام جن پہ تو نے کیا ان کا راستہ
بس راہِ مستقیم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

شہزاد کو حضور کے صدقے میں ہو نصیب
جو جنتِ نعیم ہے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن

(شہزاد مجددی)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

دنیا ہے ایک دشت، تو گلزار آپ ؐ ہیں
اس تیرگی میں مطلعِ انوار آپ ؐ ہیں

یہ بھی ہے سچ کہ آپ ؐ کی گفتار ہے جمیل
یہ بھی ہے حق کہ صاحبِ کردار آپ ؐ ہیں

ہو لاکھ آفتابِ قیامت کی دھوپ تیز
میرے لیے تو سایۂ دیوار آپ ؐ ہیں

مجھ کو کسی سے حاجتِ چارہ گری نہیں
ہر غم مجھے عزیز، کہ غمخوار آپ ؐ ہیں

ہے میرے لفظ لفظ میں گر حسن و دلکشی
اس کا یہ راز ہے، مرا معیار آپ ؐ ہیں

انسان مال و زر کے جنوں میں ہیں مبتلا
اس حشر میں ندیم کو درکار آپ ؐ ہیں

(احمد ندیم قاسمی)

اداریہ

ملک ایک، لٹیرے بہت.........

قومی احتساب بیورو کے چیئرمین جسٹس (ر) جاوید اقبال نے 8 فروری بروز جمعرات نیب آفس لاہور میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ملک ایک ہے لٹیرے بہت ہیں جنہوں نے جی بھر کے ملک کو لوٹا، کرپشن کینسر کی طرح سرایت کرگئی، چند دنوں میں کروڑ پتی بننے والوں کو سوچنا چاہیے کفن کی کوئی جیب نہیں ہوتی۔ قومی احتساب بیورو کے چیئرمین نے دکھ بھرے لہجے میں کہا ملک 84ارب ڈالر(90 کھرب روپے) کا مقروض ہے، نظر نہیں آتا یہ 84ارب ڈالر کہاں خرچ ہوئے؟ چیئرمین نیب نے کہا کہ کرپشن اور بدعنوانی کے کیسز میں پنجاب کے سرکاری ادارے تعاون نہیں کررہے، جب حساب مانگتے ہیں تو سازش کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ ان کا کہنا تھا عدم تعاون کو اب تک برداشت کیا مزید نہیں کریں گے، شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں کا بھی مکمل احتساب ہوگا۔ چیئرمین کی گفتگو مبنی برحقیقت ہے جب تک حکومتی سرپرستی اور سہولت کاری نہ ہو قومی خزانے کی کوئی ایک پائی بھی خورد برد نہیں کرسکتا۔ یہ ایک بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ جنہیں قوم منتخب کر کے اسمبلیوں میں بھیجتی ہے ان کے سپرد قومی خزانہ کرتی ہے کہ وہ اس کی پائی پائی کا تحفظ بھی کریں گے اور ایمانداری، مساوات کے ساتھ خرچ کرینگے مگر عوام کے ٹیکسوں کے خون پسینے کی کمائی کو برسراقتدار طبقہ شیرِ مادر کی طرح غٹا غٹ پی رہا ہے اور جن احتساب کے اداروں نے محاسبہ کرنا ہے انہیں عضو معطل بنا دیا گیا اور جو ریاستی عہدیدار آئین و قانون کے مطابق اپنی ذمہ داری انجام دینے کی کوشش کرتا ہے، کرپٹ اشرافیہ اسے سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتی ہے اور احتساب کے عمل کو جمہوریت کے خلاف سازش قرار دے کر احتساب سے بچنے کی کوشش کرتی ہے۔

2014ء میں پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اشرافیہ کے ماورائے آئین و قانون طرز حکمرانی، کرپشن، لوٹ مار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، عوامی شعور کو بیدار کیا اور کرپٹ ایلیٹ کا قبلہ درست کرنے کیلئے احتجاج کا راستہ اختیار کرنے کا اعلان کیا تو کرپٹ اشرافیہ نے سانحہ ماڈل ٹاؤن برپا کر دیا، 100 لوگوں کو چھلنی، 14 کو شہید کر دیا۔ اب تک جس ادارے، فرد اور شخصیت نے بھی اشرافیہ کو للکارا ہے، اسے صرف دھمکیوں کا سامنا رہا مگر پاکستان عوامی تحریک واحد جماعت ہے جس کی قیادت اور کارکنوں کو صرف دھمکیاں نہیں دی گئیں بلکہ عملاً لاشیں گرائی گئیں، بدترین میڈیا ٹرائل کروایا گیا، دہشتگردی کے جھوٹے مقدمات درج کیے گئے، ہزاروں کو حبس بے جا میں رکھا گیا، سینکڑوں کو جیلوں میں بند کیا گیا، درجنوں مقدمات تاحال زیر سماعت ہیں۔ اس سب کے باوجود پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 2014ء کے دھرنے میں پوری قوم کو بتایا کہ پاکستان کو کس طرح لوٹا جارہا ہے اور کون کون لوٹ رہا ہے؟ انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ کس طریقے سے لانچیں بھر بھر کے کرپشن کا پیسہ بیرون ملک بھجوایا جاتا ہے اور کس طرح مخصوص وقت میں مخصوص فلائٹس پر بریف کیسوں میں لوٹی گئی دولت بیرون ملک پہنچائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے دوٹوک انداز میں قوم اور اداروں کو آگاہ کیا کہ اگر پاکستان کو بچانا ہے اور پارلیمنٹ کا تقدس بحال کرنا ہے تو پھر آئین کے آرٹیکل 62 اور 63 کو اس کی روح کے مطابق نافذ کریں۔ 2014ء میں ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اشرافیہ کی لوٹ مار کے جتنے بھی اعداد و شمار دیئے وہ آج حرف بہ حرف درست ثابت ہو چکے ہیں اور انہیں الزامات کے تحت عدالتوں سے فیصلے آرہے ہیں اور لٹیروں کے پاس ناجائز اثاثوں کی کوئی منی ٹریل نہیں۔ اشرافیہ کی کرپشن پر عدالت سے فیصلہ بھی آچکا اور جس کے خلاف دھرنا دیا گیا وہ جھوٹ بولنے پر نااہل بھی ہو چکا اور اس پر کرپشن پر ریفرنسز بھی فیصلوں کے اعتبار سے آخری مراحل میں ہیں۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے قوم کو آئین کے آرٹیکل 62,63 کا جو سبق یاد کروایا تھا پاکستان کا سب سے بڑا جھوٹا شخص اسی آرٹیکل کے تحت عوامی اقتدار سے کک آؤٹ ہوا اور بقیہ بھی اپنی باری پر انشاء اللہ کک آؤٹ ہونگے۔

ہم بات کررہے تھے قومی احتساب بیورو کے چیئرمین کی گفتگو کی جنہیں شریف جونیئر نے سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں، جن کے

دامن صاف ہوتے ہیں وہ اپنی صفائیاں دیتے ہیں، دھمکیاں نہیں۔ شریف برادران اور ان کے حواری سمجھتے ہیں کہ وہ اَن چَیلنج ایبل ہیں وہ آئین، قانون سے بالا ہیں، ان کی حرمت پارلیمنٹ اور اداروں سے زیادہ ہے۔ حال ہی میں ہم نے دیکھا کہ پاناما لیکس کی تحقیقات کیلئے سپریم کورٹ کے حکم پر جب جے آئی ٹی نے کام شروع کیا تو ن لیگ کے سینیٹرز، وزراء، اراکین اسمبلی نے کھلے عام سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ نہال ہاشمی تو ہر حد پار کر گئے اور انہوں نے تحقیقاتی کمیٹی کے ممبران اور ججز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ان پر اور ان کے بچوں پر پاکستان کی زمین تنگ کر دی جائیگی۔ وہی نہال ہاشمی آج کل جیل میں ہیں۔ کرپشن پاکستان کے کسی بھی حصے میں ہو لوٹ مار میں کوئی بھی ملوث ہو ریاست کو پوری طاقت کے ساتھ ایسے سنپولیوں کو اژدھا بننے سے پہلے کچل دینا چاہیے۔ حکمرانوں کو قومی خزانہ امانت کے طور پر سونپا جاتا ہے کہ وہ پائی پائی کا ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ استعمال کریں اور قومی دولت کی حفاظت کریں مگر بدقسمتی سے 1985ء کے بعد شریف برادران کی اقتدار میں آمد سے ترقیاتی فنڈز کے نام پر کرپشن، کمیشن اور کک بیکس کا ایسا دروازہ کھولا گیا جس نے پاکستان کی معیشت کی چولیں ہلا دیں اور سوسائٹی کو تہذیب و اخلاقیات سے عاری کر دیا اور آج اسی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان 84ارب ڈالر کے قرضوں کے بوجھ تلے ہے۔ حقیقت میں یہ قرضہ 100ارب ڈالر سے زیادہ ہے مگر حکومتی معاشی شعبدہ باز اصل اعداد و شمار اپنی چرب زبانی اور فائلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ چیئرمین نیب نے پنجاب کے سرکاری اداروں کو بے ضابطگیوں کی تحقیقات میں تعاون نہ کرنے پر بطور خاص نشانہ بنایا اور کہا کہ بے ضابطگیوں کا ریکارڈ مانگیں تو کہا جاتا ہے سازش ہو رہی ہے۔

وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف کتنے شفاف اور اداروں کا احترام دل میں رکھتے ہیں اس کا اندازہ ان کے ایک بیان سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے 21 جنوری 2018ء کے دن آشیانہ بے ضابطگی کیس میں نیب کی پیشی بھگتنے کے بعد دیا ”خادم اعلیٰ کا کہنا تھا نیب کا اصل چہرہ کیا ہے اور چیئرمین نیب جسٹس (ر) جاوید اقبال مجھ سے جو اتنی محبت کر رہے ہیں یہ سب کچھ بتاؤں گا“۔ نواز شریف نااہلی کے بعد کہتے ہیں کہ میرے سینے میں بہت راز ہیں اور وہ کسی روز یہ راز اگل دیں گے۔ شہباز شریف کہتے ہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر عدالتیں اور احتساب کے ادارے ان سے جو پوچھنا چاہتے ہیں یہ وہ بتاتے نہیں اور سوالوں پر ان کی چیخیں آسمان تک سنائی دیتی ہیں۔ نہال ہاشمی ہو، دانیال ہو، طلال ہو، نواز شریف ہو، شہباز شریف ہو جس سے بھی منی ٹریل کا پوچھا گیا اس نے سر آسمان پر اٹھا لیا۔ پاکستان کی جیلیں، حوالاتیں ایسے قیدیوں سے بھری پڑی ہیں جنہیں معمولی چوری، معمولی جرم پر گرفتار کیا گیا اور سزائیں دی گئیں مگر پاکستان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والے ایوانوں میں بیٹھے ہیں اور عوام کی دولت کو لوٹ کر عوام کی دولت سے ہی ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی گزار رہے ہیں، سرکاری پروٹوکول میں گھوم رہے ہیں۔

فرمان رسول ﷺ ہے ”تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ جب ان میں سے کوئی شریف چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب ان میں سے کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے تھے“۔ اداروں کو آئین پاکستان، قانون اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مذکورہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں ہر شریف کے خلاف بلاتمیز سخت کارروائی کرنا ہوگی۔ اشرافیہ جس دولت کو بے دردی کے ساتھ خورد برد کر رہی ہے، اللوں تللوں میں اڑا رہی ہے یہ پیسہ غریب مریض کی دوائی کا ہے، صاف پانی کا ہے، بھوکے کی روٹی کے نوالے کا ہے، غریب کے بچے کی تعلیم کا ہے، مظلوم کے انصاف کا ہے۔ مذکورہ بالا فرمان رسول ﷺ حکمت، دانائی، سبق، وارننگ اور نصیحت سے بھرا ہوا ہے۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے پہلی امتوں کی تباہی اور بربادی کا بڑا سبب بیان فرمایا کہ وہ چوری پر شریف کو یعنی صاحبِ حیثیت، صاحبِ اختیار و وسائل، صاحبِ ثروت، صاحبِ اثر و رسوخ کو چھوڑ دیتے تھے اور کمزور کی کڑی گرفت کرتے تھے۔ اسلامیان پاکستان اس فرمان نبوی ﷺ کو پلے باندھ لیں، اگر اشرافیہ کی چوریوں اور سینہ زوریوں کے خلاف انہوں نے آواز بلند نہ کی، ان کا راستہ نہ روکا، ان کے ظلم و بربریت پر مبنی طرز حکمرانی کو چیلنج نہ کیا، ان کی قتل و غارت گری کے سامنے انقلاب کا بند نہ باندھا تو پھر بربادی مقدر بن کر رہے گی۔ دنیا کی ہر حقیقت تبدیل ہو سکتی ہے مگر آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک زبان سے ادا ہونے والے حقائق اور نتائج میں رتی برابر تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ (نوراللہ صدیقی)

القرآن

آتشِ معرفت اور اسرارِ بقا

سفرِ طریقت، سفرِ حقیقت، سفرِ ہدایت، سفرِ کمال محبت کی کیفیت سے شروع ہوتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی علمی و روحانی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بیان فرمایا:

اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. (النمل، ۲۷:۷)

''(وہ واقعہ یاد کریں) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے''۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں زیر تربیت رہنے کے بعد اپنی زوجہ کو ساتھ لے کر واپس پلٹ رہے تھے تو وادی سینا سے گزرتے ہوئے انہوں نے ایک نور دیکھا۔ انہوں نے اس روشنی کو آگ کا شعلہ گمان کیا اور اپنی زوجہ سے فرمانے لگے:

اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. (النمل، ۲۷:۷)

''میں نے ایک آگ دیکھی ہے''۔

یہاں میں اس آیت کا ایک روحانی ترجمہ بھی کر رہا ہوں جو روایت سے ہٹ کر ہے۔ آیت مبارکہ میں مذکور لفظ ''اٰنَسْتُ'' کا مادہ بھی ''انس'' ہے، جس کا معنی محبت و انس ہے۔ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا کا ترجمہ اس رو سے یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ سے کہا کہ وہ آگ جو جل رہی ہے، مجھے اس آگ سے محبت ہوگئی ہے، میں اس آگ سے اُنس محسوس کر رہا ہوں۔ پھر فرمایا:

سَاٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ. (النمل، ۲۷:۷)

''عنقریب میں تمہارے پاس اس میں سے کوئی خبر لاتا ہوں (جس کے لیے مدت سے دشت و بیاباں میں پھر رہے ہیں) یا تمہیں (بھی اس میں سے) کوئی چمکتا ہوا انگارا لا دیتا ہوں''۔

یاد رکھیں! سفرِ طریقت، سفرِ حقیقت، سفرِ معرفت، سفرِ ہدایت اور سفرِ کمال انس اور محبت کی کیفیت سے شروع ہوتا ہے اور پھر جب انس و محبت ہوتی ہے تو تب کچھ ''اس'' کی خبر ملتی ہے۔ بصورت دیگر محبت کے بغیر ساری عمر پڑھ پڑھ کر بھی لوگ بے خبر ہی رہتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس آیت مبارکہ میں اصول دے دیا کہ خبر انس و محبت کے بعد ہی آتی ہے، بغیر انس و محبت کے محض پڑھنے سے خبر نہیں آتی بلکہ بے خبری رہتی ہے۔ انس و محبت ہوجانے کے بعد جب یار کی خبر ملتی ہے تو پھر اس کی علامت و پہچان یہ ہے کہ اس خبر سے دل میں ایک چنگاری بھڑک اٹھتی ہے۔ جس کے دل میں چنگاری سلگ جائے اور وہ اس کی روشنی محسوس کرے تو سمجھ لیں کہ کچھ نہ کچھ خبر پا گیا ہے، مگر جس کا دل بُجھا رہے اور اسے چنگاری اور اس کی تپش نہ ملے تو سمجھو کہ وہ بے خبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''باخبر'' درد و سوز کے حامل ہوتے ہیں، محبوب کی یاد اور ذکر سے فوری بھڑک اٹھتے ہیں اور بِشِهَابٍ قَبَسٍ کی صورت جو چنگاری ان کے اندر بھڑکتی رہتی ہے وہ بڑھتے بڑھتے بھانبھڑ بن جاتا ہے۔

☆ (CD# 401)، (خطاب نمبر Fi-62)، (مورخہ 19-3-2005)

''انسان'' کا معنٰی کیا ہے؟

لغت میں لفظِ انسان ''اُنس'' سے ہے۔ جس کا معنی ہے ''اس نے محبت کی''۔ اس معنی کی رو سے ''اُنس'' میں الف زائدہ نہیں بلکہ الف اصلی ہے۔ گویا جسے اُنس اور محبت ہو وہ انسان ہے اور جو اُنس اور محبت سے محروم ہے، وہ انسانیت سے محروم ہے۔

دوسری لغت کی رو سے لفظ ''انس'' میں الف زائدہ ہے۔ اس اعتبار سے انسان ''نَسِیَ'' سے ہے، اس رو سے انسان کا معنی یہ ہے کہ ''جو بھول گیا''۔

گویا ایک معنی کے اعتبار سے انسان کا مطلب ہے ''محبت و انس کرنے والا'' اور دوسرے معنی کے اعتبار سے انسان کا مطلب ہے ''بھولنے والا''۔ اہل لغت نے ان دو مادوں کو الگ الگ بیان کیا ہے مگر اہل محبت چونکہ جدائی کے قائل نہیں ہوتے بلکہ ملاپ کے علمبردار ہوتے ہیں، لہٰذا انہوں نے دونوں مادوں کو یکجا کیا ہے۔ اگر لفظ انسان کے دونوں معانی کو جدا کریں تو محبت کرنا اور شے ہے اور بھول جانا اور شے ہے۔ یہ دونوں معانی باہم متضاد ہیں لیکن اگر ان دونوں مادوں میں ملاپ کردیں تو پھر یہ ایک ہی شے ہے اور وہ اس طرح کہ حقیقت میں محبت اس وقت تک پہچانی ہی نہیں جاتی جب تک محبت کرنے والا بھولنے نہ لگے یعنی جس سے محبت کرتا ہے صرف اس ایک کو یاد کرلیتا ہے اور اس کے ماسوا کو بھول جاتا ہے، محبوب کے ہر غیر کو اور محبوب سے دُور لے جانے والی ہر شے کو بھول جاتا ہے۔

تَبَتُّلْ اور تَبْتِیْل میں فرق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا. (المزمل، ۷۳:۸)

''اور آپ اپنے رب کے نام کا ذِکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہیں''۔

یعنی اس محبوب کا نام ایسے لے اور یاد کر کہ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کہ تیرا تَبَتُّلْ بھی ہوجائے اور تیری تَبْتِیْل بھی ہوجائے۔ تَبَتُّلْ کو باب تَفَعُّل سے بیان کیا اور تَبْتِیْل کو باب تَفْعِیْل سے بیان کیا۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک ہی مادہ دونوں افعال پر جمع کردیا جائے۔ اس اعتبار سے تَبَتُّلْ اور تَبْتِیْل دونوں کے معانی میں ایک لطیف فرق ہے۔ تَبَتُّلْ کا معنی بھولنا ہے اور تَبْتِیْل میں بھی بھولنے کا معنی پایا جاتا ہے۔۔۔ تَبَتُّلْ میں بھی کسی سے کٹ جانا ہے اور تَبْتِیْل میں بھی کسی سے کٹ جانا ہے۔۔۔ تَبَتُّلْ میں بھی کسی کو چھوڑ دینا ہے اور تَبْتِیْل میں بھی کسی کو چھوڑ دینا ہے۔۔۔ فرمایا: وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ یعنی اپنے محبوب کو یاد کر، اس کی یاد میں یوں گم اور فنا ہوجا کہ تیرا تَبَتُّلْ ہوجائے یعنی اسے یوں یاد کر کہ اس کے سوا تو ساری دنیا سے کٹ جائے۔

پھر فرمایا کہ اُسے ایسے یاد کر کہ تَبْتِیْل ہوجائے یعنی اسے یوں یاد کر کہ تَبَتُّلْ میں دنیا کو بھول گیا تھا، اب تَبْتِیْل میں تو اپنے آپ کو اور خود کو بھی بھول جائے۔ گویا تَبَتُّلْ میں دنیا کو بھول جانے کا معنی ہے اور تَبْتِیْل میں خود کو بھی بھول جانا مراد ہے۔ یعنی محبوب کو یوں یاد کر کہ نہ دنیا یاد رہے اور نہ تو اپنے آپ کو یاد رہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے یوں یاد کر کہ پہلے تو خود کو دنیا سے الگ کردے اور پھر خود کو خود سے بھی الگ کرلے۔

ذاکر جب خود کو دنیا سے الگ کردے تو ذاکر ''ذکر'' ہوجاتا ہے اور جب خود کو خود سے الگ کردے تو ''مذکور'' ہوجاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جسے ذاکر ہمہ ذکر و ذکر مذکور شود (ذاکر سراپا ذکر ہوجائے تو ذکر مذکور ہوجاتا ہے) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں انسان ''اُس'' سے مکمل محبت کرتا ہے اور ہر ماسوا کو بھول جاتا ہے۔ اس لیے اولیاء اللہ کا ''غیر اللہ'' اور ہوتا ہے اور ملاؤں کا ''غیر اللہ'' اور ہوتا ہے۔ عاشقوں اور عارفوں کا ''غیر اللہ'' اور ہوتا ہے اور فتویٰ بازوں کا ''غیر اللہ'' اور ہوتا ہے۔ جن کو ملاں لوگ غیر کہتے ہیں، وہ (اللہ) اُن کو اپنا کہتا ہے۔ عاشق لوگ غیر کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ وہ جو اُن کو اُس (اللہ) سے دور کردے، وہ غیر اللہ ہے اور وہ جو انہیں اُس (اللہ) کے قریب کردیں، وہ اللہ کے اپنے ہیں، غیر نہیں۔

اہلِ محبت، اُجرت نہیں بلکہ قربت کے طالب ہوتے ہیں

حضرت موسیٰؑ کا فرمان کہ ''مجھے ایک آگ سے محبت سے ہوگئی ہے''، سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک کوئی آگ نہ جلے اور اس آگ سے محبت نہ ہو اور جب تک یار کی خبر نہ

ملے تب تک دل روشن نہیں ہوتا۔ دل اس وقت روشن ہوتا ہے جب بندہ اس راستے پر چلتا ہے کہ اس کے سوا کو بھولنے لگتا ہے۔ اگر اس کے غیر کو بھلادے تو پھر اسے حضوری کی وادی میں لے جایا جاتا ہے اور وادی قربت میں لے لیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جو آگ کی تپش پر سفر کرتے ہیں، باخبر ہوکر سفر کرتے ہیں وہ وادیِ اُجرت میں نہیں جاتے، وہ سودا نہیں کرتے بلکہ ان کا تو اپنا سودا ہوچکا ہوتا ہے۔ انہوں نے کون سی جنت اور کون سے ثواب کا سودا کرنا ہے، وہ تو خود بک گئے ہوتے ہیں۔ محبت کرنے والے اُجرت کے طالب نہیں ہوتے بلکہ قربت کے طالب ہوتے ہیں۔

کبار اولیاء میں سے کسی سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کو اس مرتبہ ولایت پر کس نے پہنچایا؟ فرمانے لگے: میرا استاد ایک غلام ہے۔ پوچھا: کیسے؟ فرمایا:میں بازار سے ایک غلام خرید کر لایا۔ میں نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جس نام سے پکارلیں، وہی نام ہے۔ میں نے کہا: کوئی تو نام ہوگا؟ غلام نے کہا: غلاموں کا بھی کوئی نام ہوتا ہے۔ پھر پوچھا: کھاتے کیا ہو تاکہ تیری پسند کا کھانا پکوادیا جائے؟ عرض کیا؟ حضور! جو چاہیں کھلادیں، غلام کی بھی کوئی پسند ہوتی ہے، غلام جو ہوئے پھر پسند یا ناپسند کیا۔ پھر پوچھا: اپنی خواہش بتادے تاکہ اس کو پورا کردوں؟ عرض کیا: حضور کوئی خواہش نہیں، بس ایک غلام ہوں، کیا غلام کی بھی کوئی خواہش ہوتی ہے! فرمانے لگے: بس اُس غلام کی اِن باتوں نے مجھے اس جانب متوجہ کیا کہ تو بھی تو کسی کا غلام ہے، کیا تیرا تعلق بھی اُس مالک کے ساتھ وہی ہے جو اس غلام کا تیرے ساتھ ہے؟

ہم دراصل بندے اور مولا کے رشتے کی نوعیت اور حقیقت کو نہیں سمجھتے اور سارے جھگڑے اسی کے ہیں۔ اگر یہ رشتہ سمجھ میں آجائے تو سب جھگڑے ختم ہوجاتے ہیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب پہلے اُنس ہو، اس لیے کہ یہ جھگڑے علم سے نہیں بلکہ اُنس و محبت سے ختم ہوں گے۔ اِنِّیۤ اٰنَسۡتُ نَارًا میں پہلے اُنس اور محبت کا بیان ہے، پھر فرمایا سَاٰتِیۡکُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ ، اس محبت کے نتیجے میں پھر خبر آتی ہے۔ معلوم ہوا کہ محبت اور اُنس ہو اور پھر خبر ملے تو ہدایت دیتی ہے۔ محبت کے بغیر بطریق علم خبر ملے تو گمراہی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء/صوفیاء کا اسلوب یہ ہے کہ وہ بطریق عشق خبر دیتے ہیں۔

جب حضرت موسیٰ ؑ نے اُس آگ اور روشنی کی طرف سفر کیا تو اللہ رب العزت نے اس وقت حضرت موسیٰ ؑ کو آواز دی:

اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ. (طه، ۲۰: ۱۲) ”موسیٰ میں تیرا رب ہوں“۔

عرض کیا: باری تعالیٰ کیا حکم ہے؟ فرمایا:

فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی.

”سوتم اپنے جوتے اتار دو، بے شک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو“۔ (طہ،۲۰:۱۲)

یہ عام ترجمہ ہے۔ خواص کا ترجمہ یہ ہوگا:

”اے موسیٰ! اپنے آپ سے الگ ہوجا، اپنی شناخت سے الگ ہوجا، اپنے تشخص سے الگ ہوجا، اپنی پہچان سے الگ ہوجا، اپنے وجود سے الگ ہوجا، اپنی ذات کے تعین سے الگ ہوجا، خود کو خود سے الگ کردے، اس لیے کہ تو مقدس وادی میں آگیا ہے“۔

جب انسان خود سے علیحدہ ہوتا ہے تو یہ مقام تجرید ہے اور مقامِ تجرید سے ہی وادیِ توحید کی طرف جایا جاتا ہے۔ اگر بندہ خود کو دنیا، رغبتِ دنیا، رغبتِ نفس، دنیا کی چاہت، دنیا کی طرف جھکاؤ، میلان اور اپنے نفس کی طرف میلان سے الگ کرلے تو حقیقتِ ایمان نصیب ہوتی ہے۔

حقیقتِ ایمان

ایک ایمان وہ ہے جو کلمہ پڑھ کر نصیب ہوگیا یعنی اقرارِ لسانی اور تصدیقِ قلبی کے ذریعے جبکہ حقیقتِ ایمان کچھ اور شے ہے۔ آقا ﷺ کی بارگاہ میں صبح کے وقت حضرت حارث رضی اللہ عنہ پیش ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُن سے کچھ پوچھا۔ انہوں نے جو جواب دیا، آپ ﷺ نے اُسے حقیقتِ ایمان سے تعبیر کیا۔ آیئے! آپ ﷺ اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے مابین حقیقتِ ایمان پر ہونے والے اس مکالمہ کا مطالعہ کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کَیْفَ أَصْبَحْتَ یَا حَارِثُ، قَالَ: أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا. فَقَالَ: انْظُرْ مَا تَقُوْلُ، فَإِنَّ لِکُلِّ شَيْءٍ

حَقِيقَةٌ، فَمَا حَقِيقَةُ إِيمَانِكَ؟ فَقَالَ: عَزَفَتْ نَفْسِي عَنِ الدُّنْيَا وَأَسْهَرْتُ لِذَالِكَ لَيْلِي وَاظْمَأَنَّ نَهَارِي، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي بَارِزًا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيهَا، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغُوْنَ فِيهَا. قَالَ: يَا حَارِثُ، عَرَفْتَ فَالْزَمْ، ثَلَاثًا.

(الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۲۶۶/۳، الرقم: ۳۳۶۷)

’’آپ ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تو نے کیسے صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی طرح صبح کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یقیناً ہر ایک شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے، سو تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میرا نفس دنیا سے بے رغبت ہوگیا ہے اور اسی وجہ سے اپنی راتوں میں بیدار اور دن میں پیاسا رہتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ گویا میں اپنے رب کے عرش کو سامنے ظاہر دیکھ رہا ہوں اور اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور دوزخیوں کو تکلیف سے چلاتے دیکھ رہا ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تو نے (حقیقتِ ایمان کو) پہچان لیا، اب (اس سے) چمٹ جا۔ یہ کلمہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔‘‘

یہ حدیث تصوف کی بنیاد ہے۔ تصوف کی ایک بات اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا اور فَاخْلَعْ نَعْلَيْکَ میں ہے کہ تصوف کا پورا سفر انس و محبت سے لے کر انخلاء تک ہے کہ اپنے ہونے کا جامہ بھی اتار دینا۔ یہ قرآن سے ثابت ہے اور تصوف کی بنیاد حدیث مبارک میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی اس کیفیت اور حضور ﷺ کے فرمان میں موجود ہے۔

یاد رکھیں! ایمان عقیدے کا موضوع ہے جبکہ حقیقتِ ایمان تصوف کا موضوع ہے۔ ایمان سے بحث علماء کرتے ہیں اور حقیقتِ ایمان سے بحث صوفیاء کرتے ہیں۔ ایمان سے بحث محقق و متکلم کرتے ہیں جبکہ حقیقتِ ایمان سے بحث عاشق و عارف لوگ کرتے ہیں۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ کا جواب کل تصوف کا خلاصہ ہے۔ اللہ کی عزت کی قسم تصوف یہی کچھ ہے جو بیان کررہا ہوں۔ اس کے علاوہ دیگر چیزیں تصوف کے لوازمات، مقدمات، خدمات، متعلقات، تضادات اور تناقضات ہیں۔ اصل تصوف یہ ہے جو حضرت حارث رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں درج ذیل تین جملوں میں بیان کرگئے۔ بقایا سب باتیں ہیں اور یہ سب باتوں کی بات ہے۔

۱۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آقا! حقیقت ایمان یہ ہے کہ میں نے خود کو دنیا سے الگ کردیا ہے حتی کہ اپنے من، قلب اور روح کو بھی دنیا سے الگ کرلیا ہے اور دنیا سے بے رغبت ہوگیا ہوں۔

یہ بات بڑی توجہ طلب ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو دنیا سے نکال دیا ہے بلکہ وہ دنیا میں رہ رہے ہیں، فرائض بھی ادا ہورہے ہیں لیکن کیا یہ ہے کہ خود کو دنیا سے نہیں بلکہ دنیا کو خود سے نکال دیا ہے۔ یہ تصوف ہے کہ خود دنیا سے نہ نکلو، خود دنیا میں رہو، لیکن دنیا خود میں نہ رہنے دو۔ تم دنیا میں رہو، دنیا میں چلو پھرو، کھاؤ پیو، شادی بیاہ، کاروبار، تجارت، حلال و حرام کا فرق، فرائض کی ادائیگی سب کچھ سنت محمدی ﷺ کے مطابق دنیا میں کرتے رہو، خود دنیا میں رہو لیکن دنیا کو خود میں نہ رہنے دو۔

۲۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے دوسرا جملہ یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! جب سے دنیا کو اپنے نفس اور من سے نکال دیا ہے۔ تب سے راتوں کو بیدار رہتا ہوں اور دن کو پیاسا رہتا ہوں۔

دن کو پیاسا کس شے کے لیے رہتا ہوں؟ اس شے کے لیے کہ پھر رات آئے یعنی رات کے لیے پیاسا رہتا ہوں۔ اس لیے کہ رات کی بیداری میں جو کچھ پیتا ہوں اس کا مزہ دن بھر بے قرار رکھتا ہے۔ جب رات کے اندھیرے چھا جاتے ہیں اور ہر کوئی سو جاتا ہے تو میں اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہوں، وہ پیا مجھے پلاتا ہے، مجھے سیراب کرتا ہے، پردے اٹھادیئے جاتے ہیں، ساری رات سر سجدے میں ہوتا ہے اور میرا قلب محبوب کی دہلیز پر ہوتا ہے۔ میرا محبوب مجھ سے کلام کرتا ہے، مجھے قریب کرتا ہے، مجھ سے کہتا ہے کہ اے بندے! کیا چاہتا ہے؟ میں اس کی آواز سنتا ہوں، اس سے سرگوشی کرتا ہوں، اس سے کلام کرتا ہوں اور اس کے حسن کا دیدار کرتا ہوں۔ رات بھر اس کے شرابِ عشق کے جام پیتا ہوں، ساری رات جاگ کر سیرابی میں گزرتی ہے۔ جب دن چڑھ جاتا ہے، ہر کوئی جاگ پڑتا

ہے تو میں پیاسا ہوجاتا ہوں۔ شام کے ڈھلنے تک دن بھر پیاسا رہتا ہوں اور اس انتظار میں رہتا ہوں کہ وہی رات پھر آئے اور محبوب سے کلام کروں۔

اللہ والوں کی رات ملاقات کے لیے ہوتی ہے اور ان کی مناجات اس کی بارگاہ میں لاڈ ہوتے ہیں، اس کی پیاس انہیں دن بھر بے قرار رکھتی ہے۔ حضرت حارث ؓ کی یہ کیفیت تصوف اور اہل تصوف کی پہچان ہے۔

۳۔ تیسرا جملہ حضرت حارث ؓ نے یہ کہا کہ

كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى عَرْشِ رَبِّيْ بَارِزًا.

’’جب یہ حالت ہوگئی ہے تب سے گویا عرش الٰہی کو آنکھوں کے سامنے بے حجاب دیکھتا ہوں‘‘۔

جب حضرت حارث ؓ نے اپنی پوری کیفیت و حال بیان کردیا تو آقا ﷺ نے فرمایا: يَا حَارِثُ! عَرَفْتَ فَالْزَمْ.

حارث تو پہچان گیا، تو راز کو جان گیا، یعنی تو عارف ہوگیا۔ اب تو مومن سے عارف بن گیا، لہٰذا اب اسی حال کو مضبوطی تھام لینا۔

ذکر اور مذکور کے مابین تعلق

جو لوگ صاحبِ بقا ہوتے ہیں، ان کی ہر ادا کو بقا ہوتی ہے حتی کہ ان کے ذکر کو بھی بقا ہوتی ہے۔ ذکر کا مذکور کے بغیر کوئی وجود نہیں ہوتا، ذکر تبھی ہوگا جب کوئی مذکور بھی ہوگا۔ ذکر ہوتا ہی تب ہے جب مذکور موجود ہوتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ذکر کو تو بقا ہو مگر مذکور فنا ہو؟ ذکر کو بقا اسی وقت مل سکتی ہے جب مذکور بھی باقی ہو۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ. ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ. اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ. (التين، ۹۵: ۴۔۶)

’’بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔ پھر ہم نے اسے پست سے پست تر حالت میں لوٹا دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا (دائمی) اجر ہے‘‘۔

ان آیات میں انسان کو اعلیٰ شکل میں بنانے کا ذکر ہے اور پھر اسے دنیا میں اتار دینے کا ذکر ہے۔ پھر اس بات کا ذکر ہے کہ دنیا کے گھٹیا ماحول اور کم تر لوگوں میں رہ کر بھی ہر کوئی گھٹیا نہ بنا بلکہ جو ایمان کی حقیقت کو پاگئے وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہوگئے۔ وہ رہے تو اس دنیا میں مگر خود کو اس دنیا سے کاٹ کر رکھا۔ وہ فرش پر رہے مگر عرشی رہے اور حقیقتِ ایمان کی منزلوں پر فائز ہوگئے۔ وہ لوگ جب نیچے اترے تھے تو اَحسنِ تقویم تھے اور جب بشری و نفسانی شہوات و خواہشات اور دنیا کی زینتوں میں الجھائے گئے تو اَحْسَن سے اَسْفَل ہوگئے۔ بنائے تو اَحْسَن گئے تھے مگر الجھائے گئے تو اَسْفَل ہوگئے۔ جب اسفلوں میں سے بچائے گئے تو مومن ہوگئے۔ پھر جو اِن مومنوں سے بھی بلند کئے گئے تو وہ صالحین ہوگئے۔ ان کے لیے فرمایا:

فَلَهُمْ اَجْرٌ.

ان کے لیے اجر ہے، یعنی یہ ماجور ہوگئے۔ اجر پانے والے ہوگئے مگر بات یہاں تک نہ رکی بلکہ فرمایا: اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ، یہ صرف ماجور نہیں ہوئے بلکہ ماجور غیر ممنون ہوئے یعنی ایسے ماجور ہوئے کہ ان کا اجر اور انعام و اکرام کبھی ختم نہیں ہوگا۔

بتانا یہ چاہتا ہوں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ جس کو اجر دیا جارہا ہو وہ خود تو ختم ہو جائے مگر اس کا اجر کبھی ختم نہ ہو یعنی اجر تو کبھی ختم نہ ہورہا ہو اور وہ خود کبھی کا ختم ہوگیا ہو۔ سوال یہ ہے کہ جس کو اجر دیا جارہا ہے اگر وہ خود کبھی کا ختم ہوچکا ہے تو اجر کس کو دیا جارہا ہے؟ حضور غوث الاعظمؒ، حضور داتا گنج بخشؒ، خواجہ غلام فریدؒ، حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ اور جملہ اولیاء کرام خود اگر (استغفر اللہ العظیم) ختم ہوچکے ہیں تو نہ ختم ہونے والا اجر کس کو دیا جارہا ہے؟

دراصل اللہ رب العزت نے اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ کے الفاظ فرما کر راز یہ بتایا ہے کہ جن کا اجر ختم ہونے والا ہو تو وہ بھی ختم ہونے والے ہوتے ہیں اور جن کا اجر کبھی ختم نہ ہونے والا ہو تو وہ بھی کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ ماجور غیر ممنون ہو تو اجر غیر ممنون بنتا ہے۔ ماجور دائمی رہنے والا ہو تو اجر کو بھی بقا ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ماجور فنا ہوگیا ہو اور اجر کی بقا چل رہی ہو۔

دنیاوی مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ریٹائرمنٹ کے بعد پنشن تب تک ملتی ہے جب تک آدمی زندہ ہو۔ فوت ہوجائے تو بعض ملازمتوں میں لکھا جاتا ہے کہ اس کی بیوی کو ملتی رہے گی اور وہ بھی فوت ہوجائے تو پنشن نہیں ملتی۔ پنشن ریاست کی طرف سے اجر ہوتا ہے جو کسی کے فوت ہوجانے کے بعد نہیں ملتا۔ بلاتشبیہ و بلامثال اجر غیر ممنون ربِّ کائنات کی طرف سے ہے، جس کا ملنا اس بات کا عکاس ہے کہ جس کو اجر دیا جارہا ہے، وہ ابھی زندہ ہے۔ اس لیے کہ اگر مرگیا ہوتا تو اجر غیر ممنون نہ ملتا۔ جو لوگ دنیا کو دل سے نکال دیتے ہیں اور پھر خود کو خود سے نکال کر الگ کرلیتے ہیں تو گویا بالفاظ دیگر وہ خود کو فنا سے جدا کردیتے ہیں اور جب وہ فنا سے جدا ہوتے ہیں تو صاحب بقا ہوتے ہیں۔

مقام تفرقہ، جمع اور جمع الجمع

جب تک کوئی بندہ خود کو خود سے جدا نہیں کرتا تو تصوف میں اس حال کو ’’تفرقہ‘‘ کہتے ہیں۔

جب بندہ خود کو خود سے جوڑے رکھے تو وہ اُدھر سے جدا رہتا ہے اور اگر خود سے جدا ہوجائے تو اُدھر مل جاتا ہے۔ جب اُس سے مل گیا تو اس حال کو تصوف کی اصطلاح میں ’’جمع‘‘ کہا جاتا ہے۔

تفرقہ اور جمع صوفیاء و اولیاء کا بھی ہے اور جمع اور تفرقہ اقطاب اور اغیاث کا بھی ہے۔ ہر ایک کا تفرقہ ان کے درجے کے مطابق ہے۔ اقطاب، اغیاث کا ’’تفرقہ‘‘ ہمارے جیسوں کی ’’جمع‘‘ سے اونچا ہے۔ جس کا مرتبہ جتنا اونچا ہے اس کا چھوٹا حال بھی چھوٹوں کے بڑے حال سے اونچا ہوتا ہے۔ نبیوں کے حال کے اندر بھی ان کی شان اور مرتبے کے لائق کبھی ’’تفرقہ‘‘ ہوتا ہے اور کبھی ’’جمع‘‘ ہوتا ہے۔

جب اِدھر سے کٹ گیا اور اُدھر سے ملاپ ہوگیا تو یہ مقام جمع ہوگیا اور جب اس سے مل کر خود سے بھی جدا ہوجاتا ہے، خود، خود نہیں رہتا، خود میں نہیں رہتا، خود سے دور ہوتا ہے، خود سے الگ ہوتا ہے تو یہ مقام ’’جمع الجمع‘‘ ہے۔

قرآن مجید میں سیدنا داؤدؑ کے لیے فرمایا:

وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوْتَ. (البقرہ، ۲: ۲۵۱)

’’اور داؤد (ؑ) نے جالوت کو قتل کر دیا‘‘۔

دوسری طرف جب اللہ کے محبوب ﷺ نے کفار کو کنکریاں ماریں تو اس کو اللہ رب العزت نے بیان کیا مگر انداز مختلف تھا۔ حضرت داؤدؑ نے بھی مارا، مصطفیٰ ﷺ نے بھی مارا۔ اِدھر کہا کہ داؤد نے مارا مگر جب مصطفی ﷺ نے کنکریاں ماریں تو خدا نے کہا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى.

’’اور (اے حبیبِ محتشم!) جب آپ نے (ان پر سنگ ریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے‘‘۔ (الانفال، ۸: ۱۷)

اِذْ رَمَيْتَ میں ’’تفرقہ‘‘ کا اشارہ ہے۔ جیسے فرمایا تھا: ’’داؤد نے مارا‘‘۔ یہ مقام تفرقہ تھا۔ پھر فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ ’’وہ تو نے نہیں ماری تھیں‘‘، وَمَا رَمَيْتَ نے اِذْ رَمَيْتَ کو منسوخ کردیا۔ وَمَا رَمَيْتَ کے الفاظ کے ذریعے نفی نے ’’تفرقہ‘‘ کو مٹا کر مقام ’’جمع‘‘ پر مصطفیٰ ﷺ کو لاکر کھڑا کردیا۔ اِذْ رَمَيْتَ مقامِ ’’تفرقہ‘‘ کا بیان تھا، جب حضور ﷺ کا حالِ جمع بیان کیا تو اس میں کہا: وَمَا رَمَيْتَ ’’وہ تو نے نہیں ماریں‘‘۔ صرف حضور ﷺ کے مارنے کی نفی ہوئی۔ پھر کس نے ماری؟ تیسرا مقام پر فرمایا کہ اب ہم تجھے ’’جمع‘‘ سے اٹھاکر ’’جمع الجمع‘‘ پر رکھتے ہیں کہ سنو! وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی وہ کنکریاں مصطفیٰ ﷺ نے نہیں بلکہ خدا نے ماریں۔

اللہ تعالیٰ نے وَمَا رَمَيْتَ کہہ کر تفرقہ مٹادیا، وَمَا رَمَيْتَ کہہ کر اِذْ رَمَيْتَ کو مٹادیا اور وَمَا رَمَيْتَ کو بھی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کہہ کر مٹادیا تاکہ سوال ہی نہ رہے کس نے ماریں۔ خدا تفرقہ بھی مٹادے، جمع بھی مٹادے اور جمع الجمع پر مصطفیٰ ﷺ کی جگہ خود آجائے؛ مگر افسوس! ہم جہالت کے باعث مقامِ مصطفیٰ ﷺ پر اعتراض کرتے چلے جائیں۔

محمد ﷺ محمد ﷺ پکیندے گزر گئی
احد نال احمد ملیندے گزر گئی

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ.

’’(اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں‘‘۔

یہ مقام تفرقہ ہے۔ پھر فرمایا: اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰه.

’’وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں‘‘۔

چودہ سو صحابہ میں سے ہر کوئی دیکھ رہا تھا کہ ہمارے ہاتھ نیچے تھے اور سب سے اوپر حضور ﷺ کا ہاتھ تھا مگر اللہ فرما رہا ہے کہ وہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ یہ مقام جمع ہے۔ پھر فرمایا: یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ’’ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے‘‘، یعنی وہ ہاتھ جو تم مصطفی کا دیکھ رہے تھے، وہ خدا کا ہاتھ تھا۔ یہ مقام ’’جمع الجمع‘‘ ہے۔

گویا جب بندہ خود کو دنیا سے الگ کرتا ہے اور پھر خود کو خود سے جدا کرتا ہے تب وہ خدا سے اپنا ملاپ کرتا ہے۔ ادھر فراق ہوتا تو اُدھر ملاپ ہوتا ہے۔ فنا سے نکلتا ہے تو بقا میں داخل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ یار محمد فریدی فرماتے ہیں:

خدا کوں ڈیٹھوسیں محمد دے اولے
محمد کوں ڈینڑے ڈیکھیندے گذر گئی

کوئی اعتراض کرے کہ ’’محمد ﷺ کا اولا‘ کیا ہے؟ تو سنو! اس کا جواب یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ اور اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰه کے اندر موجود ہے۔ گویا اللہ رب العزت نے خود کو حضور نبی اکرم ﷺ کے پردے میں ظاہر کیا اور پھر محمد ﷺ کو ایسا مخفی رکھا کہ کسی پردے میں بھی ظاہر نہ کیا۔ آج چودہ صدیاں گذر گئیں، محمد ﷺ کی سمجھ کسی کو نہ آئی۔ ابوجہل نے دیکھا تو کہہ دیا اَنْتَ بَشَرٌ مِّثْلُنَا ’’ آپ ہماری طرح بشر ہیں‘‘۔ جس نے جو بولی بولی، اس نے بھی اسی بولی میں بتادیا۔ جب ابوجہل، ابولہب، کافر و مشرک اور نہ سمجھنے والے سامنے تھے، جب ان سے خطاب کیا تو ان کے لیے آیت اتری: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ’’ہاں تمہاری مثل ہوں‘‘۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ جب نہ ماننے والے اور اپنی مثل جاننے والے سامنے تھے تو مثل کی بولی بول دی۔ اس ٹولے کے لوگ جو اس ’’اُولے‘‘ کو نہیں سمجھے، آج تک مثل کی بولی بولتے ہیں اور

ایمان عقیدے کا موضوع ہے جبکہ حقیقتِ ایمان تصوف کا موضوع ہے۔ ایمان سے بحث علماء، محقق اور متکلم کرتے ہیں اور حقیقتِ ایمان سے بحث صوفیاء، عشاق اور عرفاء کرتے ہیں

جب سامنے ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم تھے، عارف و عاشق صحابہ تھے تو ان سے کہا: اَیُّکُمْ مِثْلِی (تم میں کون ہے میری مثل؟) لَسْتُ مِثْلُکُمْ (میں تمہاری مثل نہیں ہوں)، لَسْتُ کَهَیْئَتِکُمْ (میں تم میں سے کسی کی مثل پر نہیں ہوں)۔

اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیُسْقِیْنِی.

’’میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے‘‘۔

مثل کہنے والوں کو مثل کہہ دیا اور عدم مثل کہنے والوں کو عدمِ مثل کہہ دیا مگر اصل بات ’’اولے‘‘ میں رہی۔

عالم اور عارف وہ ہوتا ہے کہ جب وہ علم اور معرفت کے سمندروں میں پہنچتا ہے اور علم و معرفت کے غوطے لگا کر نکلتا ہے تو اس سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ علم یہ ہے کہ کچھ علم نہیں ہے۔۔۔ خبر یہ ہے کہ کچھ خبر نہیں ہے۔۔۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔۔۔ بس اتنی سی بات ہے جو جاننے کا ڈھنڈورا پیٹے، سمجھو نہیں جانتا اور جو جان لیتا ہے وہ شور نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس حال و مقام کا نہ ذائقہ چکھا اور نہ ہی اس نور کا مشاہدہ کیا۔ جھگڑے، مناظرے، فرقے، مسلک، اختلاف یہ سب اس لیے ہیں کہ یار کو دیکھا نہیں، جو دیکھ لیتے ہیں وہ جھگڑتے نہیں۔ محبوب کے ہاتھوں کو چومنے والے اور وہ جن کو محبوب پلاتا ہے، انہی کو ہی حقیقت کی سمجھ آتی ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں ایسے اولیاء، صلحاء، عرفاء اور عاشقوں کی نسبت، سنگت اور تعلق میں زندہ رکھے، اسی میں موت عطا کرے اور قیامت کے دن ہم سب کو ان کی شفاعت عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

الفقہ
آپ کے فقہی مسائل

بٹ کوائن ٹریڈنگ اور کریڈٹ کارڈ کا استعمال؟

غیر سودی معاہدے کی بنیاد پر کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز ہے

آن لائن اشتہارات کی آمدن؟ سرمایہ کاری کی جائز صورتیں؟ سوالات کے جوابات

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: بٹ کوائن کی ٹریڈنگ کا کیا حکم ہے؟

جواب: دنیا کا تسلیم شدہ اصول ہے کہ ابتدائی، حقیقی اور اصل زَر (Currency / Money) سونا و چاندی ہیں۔ زر کی دوسری شکل کاغذی زَر (Paper Currency) ہے جو بذاتِ خود مال نہیں ہے بلکہ مالیت اور قوتِ خرید کی رسید ہے۔ اس میں جو مالیت پائی جاتی ہے وہ ملک کی اقتصادیات ہے کیونکہ ملکی اقتصادی ترقی و تنزلی کا اثر فوری طور پر کرنسی کی قدر (Value) پر پڑتا ہے۔ اس کرنسی کی قدر کی ضمانت ملک کا مرکزی یا کرنسی جاری کرنے والا بینک دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی ملک اپنی کوئی کرنسی بند کرتا ہے تو کرنسی محض کاغذ کا ٹکڑا بن کر رہ جاتی ہے جبکہ حقیقی اور خلقی زر یعنی سونا اور چاندی کی قدر و وقعت ہر حال میں قائم رہتی ہے۔

زَر کی ایک تیسری صورت جو عصرِ حاضر میں سامنے آئی ہے وہ ڈیجیٹل کرنسی (Digital Currency) ہے۔ یہ کرنسی کسی خاص مرکز (حکومت یا سٹیٹ) کے تابع یا ملکیت نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک آزادانہ اور خودمختار زر کی ہے جو براہ راست عوام کی ملکیت ہے۔ یہ سکے یا کاغذی نوٹ کی بجائے کمپیوٹر سرور پر محفوظ ہے جس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا عمل انٹرنیٹ یا کسی ڈیجیٹل ڈیوائس کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے اسے مجازی یا غیر مادی زر (Virtual / Cryptocurrency Currency) کہا جاتا ہے۔ اس ڈیجیٹل کرنسی کی ایک شکل بٹ کوائن (Bitcoin) ہے۔

دیگر ڈیجیٹل کرنسیوں کی طرح بٹ کوائن کا وجود محض انٹرنیٹ تک محدود ہے، خارجی طور پر اس کا کوئی مادی وجود نہیں۔ اس کی تخلیق (Mining) اور لین دین (transaction) بلاک چین ٹیکنالوجی (Block Chain Technology) سے ہوتا ہے۔ اسے تاحال عام کرنسی کی طرح کا قبولِ عام اور قانونی حیثیت بھی حاصل نہیں۔ اس کا استعمال بہت سارے خدشات کو جنم دیتا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی منظم ادارہ یا حکومت نہیں ہے۔ اس کی مارکیٹ میں طلب و رسد کا درست اور بروقت اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی حقیقی مالیت بھی صحیح طریقے سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ کچھ ممالک میں بٹ کوائن سمیت دیگر ڈیجیٹل کرنسیوں کو قانونی طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے۔ جن ممالک میں ڈیجیٹل کرنسی کے لین دین اور اس کے ذریعے معاملات طے کرنا قانوناً تسلیم شدہ ہے اور اس کرنسی کے حامل کو تکنیکی تحفظ حاصل ہے، وہاں اس کے استعمال میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ البتہ جہاں یہ قانوناً ممنوع یا غیر تسلیم شدہ ہے وہاں اس کے لین دین اور اس کے ذریعے ٹریڈنگ سے احتراز کرنا بہتر ہے۔

سوال: کیا کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز ہے؟

جواب: کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی بینک یا ادارہ غیر سودی معاہدے کی بناء پر کریڈٹ کارڈ جاری کرے تو اس کا استعمال بلاشبہ جائز ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی ادارہ ایسے معاہدے کی

بناء پر کریڈٹ کارڈ جاری کرتا ہے جس میں معین وقت تک قرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں کارڈ ہولڈر کو اضافی رقم ادا کرنے کا پابند کیا گیا ہے اور کارڈ ہولڈر معین وقت سے پہلے قرض کی واپسی کو یقینی بنائے تاکہ سود عائد ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ اس صورت میں بھی کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز ہوگا۔

۳۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں کے برعکس تیسری صورت یہ ہے کہ اگر بینک یا ادارہ ایسا معاہدہ کرتا ہے جس میں کارڈ ہولڈر کو ہر صورت میں سودی معاملہ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں بلاحالتِ اضطرار کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔ اس صورت میں بھی اگر کارڈ ہولڈر کریڈٹ کارڈ سے حلال اشیاء خریدتا ہے تو وہ حرام نہیں ہوں گی بلکہ وہ حلال ہی رہیں گی اور ان کا استعمال بھی درست ہوگا۔ لیکن سودی معاملہ کرنے اور سود ادا کرنے پر وہ گناہ گار رہوگا۔

سوال: اگر زید نے عبید سے کسی پراپرٹی کی خریداری کا معاہدہ کیا اور کچھ رقم بطور بیعانہ ادا کی اور بقیہ رقم کے لئے ایک مدت مقرر کر لی۔ کیا اس معاہدہ کے بعد زید مالک بن جائے گا؟ اور کیا اس مدت کے دوران زید اس پراپرٹی کو آگے فروخت کر سکتا ہے؟ اگر ہاں تو کیا عبید سے اجازت لینا لازمی ہے؟

☆ اگر نقشہ بھی موجود نہ ہو یا اگر نقشہ موجود ہو لیکن پلاٹ کی تفصیلی نشان دہی ممکن نہ ہو دونوں صورتوں میں معاملہ کا کیا حکم ہے؟

☆ فائلز کی خرید و فروخت کروا کر پراپرٹی ڈیلرز کا کمیشن لینا کیسا ہے؟ اگر پراپرٹی ڈیلر سے کسی پراپرٹی کا بیچنے والا یہ کہے کہ اس کی درکار قیمت سے اوپر جتنی رقم وصول ہو وہ ڈیلر رکھ لے کیا یہ رقم لینا جائز ہے؟

جواب: ان سوالات کے جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں:

اگر معاہدے میں طے کیا گیا ہے کہ فلاں دن کے بعد زید مذکورہ پراپرٹی کا مالک بن جائے گا، خواہ بقیہ رقم ادا کرے یا نہ کرے۔ لہٰذا زید کو عبید سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، مقررہ مدت کے بعد ملکیت منتقل ہو جائے گی اور زید اس پراپرٹی کو جیسے چاہے استعمال میں لاسکتا ہے اور فروخت بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر صورتحال اس کے برعکس ہے کہ ملکیت کی منتقلی کے لیے تمام قیمت ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے تو پھر زید اس پراپرٹی کو عبید کی اجازت کے بغیر فروخت نہیں کرسکتا۔

اگر پلاٹ کے بارے میں ضروری معلومات (جیسے: پلاٹ کس شہر/ٹاؤن میں ہے، اس کی پیمائش، قیمت وغیرہ کیا ہے) فائل میں درج ہیں تو فائلز خرید سکتے ہیں۔ پراپرٹی ڈیلرز اگر ہاؤسنگ کے بارے میں حقائق بیان کر کے اس کی فائلز سیل کریں تو ان کے لیے کمیشن لینا جائز ہے۔ اس کے برعکس جھوٹ، غلط بیانی اور دھوکہ فراڈ سے لوگوں کو پھنسانا حرام ہے۔

اگر پراپرٹی کا مالک ڈیلر کو اجازت دے کہ میری یہ پراپرٹی فلاں قیمت پر بیچ دو اور ڈیلر خریدنے والے سے زیادہ قیمت پر طے کر کے بیچ دے تو اضافی رقم اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

سوال: آن لائن اشتہارات سے حاصل ہونے والی آمدنی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اشتہارات سے ہونے والی آمدن کی حلت و حرمت کا انحصار اس بات پر ہے کہ اشتہار کس شے کا ہے؟ جس شے کی تشہیر کی جا رہی ہے، حلت و حرمت کے حوالے سے اس کی اپنی حیثیت کیا ہے؟ اگر اشتہارات ایسی مصنوعات کے ہیں جن کا استعمال اسلام میں جائز ہے تو اس سے ہونے والی آمدن بھی جائز اور حلال ہے، اور اگر اشتہارات ممنوعہ اشیاء کے ہیں جیسے: شراب، سور کا گوشت یا فحش فلمیں وغیرہ یا پھر فحش و بیہودہ اشتہارات ہیں تو ان سے حاصل کی جانے والی آمدن بھی جائز نہیں۔

سوال: روزگار تلاش کرنے میں مدد دینے پر کمیشن لینا کیسا ہے؟

جواب: کسی شخص سے کوئی چیز مقررہ کرائے پر لینا یا مقررہ اجرت پر کسی سے مزدوری کروانا اجارہ کہلاتا ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک اِجارہ سے مراد ہے:

اَلْاِجَارَةُ عَقْدٌ عَلَی الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ.

’’اجارہ ایک معاہدہ ہے جو کسی معاوضہ کے بدلے کسی منفعت پر کیا جائے‘‘۔ (مرغینانی، الهدایہ، ۳: ۲۱۳)

اور امام جرجانی کے نزدیک اجارہ کا مطلب ہے:

اَلْاِجَارَةُ: عِبَارَةٌ عَنِ الْعَقْدِ عَلَی الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ هُوَ مَالٌ، فَتَمْلِيْكُ الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ اِجَارَةٌ وَبِغَيْرِ عِوَضٍ اِعَارَةٌ.

’’اجارہ اس معاہدے سے عبارت ہے جو کسی معاوضہ کے بدلے منفعت پر کیا جائے۔ یہ معاوضہ (عام طور پر) مال

ہوتا ہے اور جب معاوضہ کے بدلے منفعت کا مالک ہو تو اجارہ (ہوتا ہے) اور بغیر معاوضہ کے ہو تو عاریت ہے''۔

(جرجانی، التعریفات، ۱:۲۳)

یعنی اجارہ سے مراد ایسا معاہدہ ہے جو مقررہ مال کے بدلے اپنی خدمات پیش کرنے پر عمل میں آتا ہے۔ مزدوری، ٹھیکہ، کرایہ اور ملازمت وغیرہ سب ہی اجارہ کی مختلف اقسام ہیں۔ آجر یا مستاجر اس شخص یا ادارے کو کہتے ہیں جو کسی سے اجرت پر کام لے رہا ہو اور اجیر وہ شخص ہے جو اجرت کے بدلے اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔

صورت مسئولہ بھی اجارہ ہی کی ایک شکل ہے جس میں معاوضہ یا اجرت کے بدلے اپنی خدمات اور معاونت پیش کی جاتی ہے۔ اس لیے معاونت کے بدلے کمیشن لینا جائز ہے۔ لیکن ملازمت دلوانے کے لیے کسی کی حق تلفی کرنا جائز نہیں، اس لیے میرٹ کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ اگر کمیشن لینے کے لالچ میں میرٹ کی خلاف ورزی کی گئی اور غیرشرعی و غیرقانونی ذرائع کی مدد لی گئی تو پھر کمیشن لینا بھی جائز نہیں ہوگا۔ میرٹ کے مطابق، شرعی و قانونی تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے مدد کرنا اور اس کے بدلے کمیشن لینا جائز ہے۔

سوال: سرمایہ کاری کی جائز صورتیں کونسی ہیں؟

جواب: سرمایہ کاری کی مختلف صورتیں ہیں، ان میں سے دو زیادہ معروف ہیں:

۱۔ مضاربہ: اگر ایک شخص دوسرے کے ساتھ مل کر اس طرح سرمایہ کاری کرے کہ ایک کی طرف سے سرمایہ فراہم کیا جائے اور دوسرے شخص کی محنت ہو جبکہ فریقین باہمی رضا مندی سے متعین کردہ نسبت سے نفع میں شریک ہوں تو سرمایہ کاری کی یہ صورت مضاربت کہلاتی ہے۔ اس میں سرمایہ فراہم کرنے والے شخص کو رب المال اور محنت کرنے والے کو مضارب کہتے ہیں اور جو سرمایہ لگایا جائے وہ راس المال کہلاتا ہے۔ اس کی لازمی شرط یہ ہے کہ رب المال اور مضارب نفع اور نقصان دونوں میں شریک ہوں گے۔ اگر نفع ہوا تو پہلے سے طے شدہ نسبت کے مطابق فریقین میں تقسیم ہوگا، اور اگر نقصان ہوا تو رب المال کا سرمایہ اور مضارب کی محنت ضائع ہوگی۔ سارا نقصان کسی ایک فریق پر نہیں ڈالا جائے گا۔

۲۔ مشارکہ: سرمایہ کاری کی دوسری صورت یہ ہے کہ چند افراد مل کر سرمایہ کاری کریں اور محنت بھی کریں، یہ مشارکہ ہے۔ اس صورت میں جس نسبت سے سرمایہ لگایا ہوگا اور محنت کی جائے گی اسی نسبت سے نفع و نقصان تقسیم کیا جائیگا۔ مضاربت اور مشارکت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے فریقین کو ایک دوسرے سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے کیونکہ ان کا مفادمشترکہ ہوتا ہے۔

سرمایہ کاری کے درج بالا جائز طریقوں کے علاوہ ہر وہ طریقہ بھی جائز ہے جس کے نفع و نقصان میں تمام فریق شامل ہوں اور کسی کا بھی استحصال نہ ہو۔

سوال: سلسلِ ریح کا مریض نماز کیسے ادا کرے گا؟

جواب: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابوحُبیش نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں مستحاضہ ہوں، پاک نہیں ہوتی تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا اِنَّمَا ذٰلِکِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا اَقْبَلَتْ حَيْضَتُکِ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْکِ الدَّمَ. ثُمَّ صَلِّي قَالَ وَقَالَ اَبِي ثُمَّ تَوَضَّئِي لِکُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيءَ ذٰلِکَ الْوَقْتُ.

''نہیں، یہ تو خونِ رگ ہے، حیض نہیں ہے۔ جب تمہارے حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب گزر جائیں تو غسل کر کے خون دھویا کرو اور نماز پڑھا کرو۔ میرے والد محترم نے فرمایا کہ پھر ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کرو یہاں تک کہ ایام حیض آ جائیں۔'' (بخاری، الصحیح، ۱: ۹۱، رقم: ۲۲۶)

اسی حدیثِ مبارکہ سے قیاس کرتے ہوئے فقہائے کرام نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ جب کوئی ایسا عذر لاحق ہو جس سے چھٹکارہ پانا ممکن نہ ہو تو ہر نماز کے لیے نیا وضو کر کے نماز ادا کی جائے گی۔ لہٰذا سلسلِ ریح کا مریض بھی ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے اور جب تک سلسلِ ریح کے علاوہ کسی اور ناقض سے وضو نہ ٹوٹے، اسی نماز کے وضو سے تلاوت وغیرہ بھی کر سکتے ہیں۔ البتہ اگلی نماز کا وقت شروع ہونے پر نیا وضو کر کے نماز ادا کرنا ہوگی۔

❁❁❁❁❁

حکمرانی کے انداز بدلے مگر سیدنا صدیق اکبرؓ کے کارنامے آج بھی مشعلِ راہ

افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبرؓ

اچھا کام کروں تو میری مدد کرو، برا کام کروں تو مجھے سیدھا کر دو خلیفہ اول کا پہلا خطبہ

ارشاد باری تعالیٰ (اے رسول گرامی ﷺ) آپ کبھی بد دیانت لوگوں کی طرفداری میں بحث کرنے والے نہ بنیں

محبوب حسین

ملت اسلامیہ آج جس دور ابتلاء سے گزر رہی ہے اس سے نجات حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہوسکتی ہے کہ ہم مکمل طور پر اسلامی سانچے میں ڈھل جائیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ نسل نو کو اسلامی تعلیمات کے ہر ہر پہلو سے آگاہ کیا جائے تاکہ ہمارے نوجوانوں کو غوروفکر کا بھرپور موقع مل سکے۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے، انداز حکمرانی کے کتنے فلسفے تخلیق ہوچکے ہیں، انسانی تہذیبوں نے بلندیوں کو چھوا لیکن آج بھی سیدنا صدیق اکبرؓ کے کارنامے ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

اِنَّ مِنْ اَمَنِ النَّاس عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَا بِكْرٍ.

(صحیح بخاری، کتاب: فضائل صحابه، باب: قول النبیؐ سد والابواب الاباب ابی بکر، رقم الحدیث ٣٤٥٤)

”ابوبکر اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا سب سے بڑا محسن ہے“۔

آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے اور اپنا تن من دھن آقائے دو جہاں ﷺ پر قربان کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپؓ کے خطابات، ارشادات اور فرمودات نے اکثر انسانی زندگیوں میں زبردست انقلابات پیدا کردیئے ہیں۔ کئی گم گشتہ راہ انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کردیا ہے۔ کئی بھولے بھٹکوں کے قلوب و اذہان کی اصلاح کردی ہے۔ آپؓ کی اس عظمت کا سرچشمہ آقائے دو جہاں تاجدار نبوت حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپؓ کی سیرت کی پیروی کرتے ہوئے سلطنت اسلامیہ اتری ہوئی پٹری پر دوبارہ بحال ہوسکتی ہے۔

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد پہلا خطبہ

اس ضمن میں آپؓ کے درج ذیل ابتدائی خطبے سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے جو آپؓ نے امیرالمومنین ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے ارشاد فرمایا:

”لوگو! میں تمہارا امیر بنادیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرو۔ اگر برا کام کروں تو مجھ کو سیدھا کردو۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں جو کمزور ہے، وہ میرے نزدیک قوی ہے، چنانچہ میں اس کا شکوہ دور کردوں گا اور تم میں جو قوی ہے، وہ میرے نزدیک کمزور ہے، چنانچہ میں اس سے حق لوں گا۔ جو قوم جہدِ مسلسل کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت کو مسلط کردیتا ہے۔ جس قوم میں بری باتیں عام ہوجاتی ہیں، اللہ ان پر مصیبت ڈال دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو تم بھی میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے“۔ (البدایة والنهایة، ۵: ۲۴۸)

یہ خطبہ اپنے اختصار و ایجاز کے باوجود اہم ترین اسلامی خطبوں میں سے ہے۔ اس میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے حاکم اور رعایا کے مابین تعامل کے سلسلہ میں عدل و انصاف کے قواعد مقرر کئے ہیں۔ اس بات پر تذکیر کی کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت پر مترتب ہوتی ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی طرف توجہ دلائی کیونکہ امت کے عزوشان کے لیے یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ ؓ نے خواہش سے اجتناب پر زور دیا کیونکہ معاشرہ کو گراوٹ و فساد سے بچانے کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس خطبہ میں مزید کئی پہلوؤں پر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر برا کام کروں تو مجھے سیدھا کردو''۔

یہاں سیدنا صدیق اکبرؓ ایک حاکم وقت ہونے کی حیثیت سے اپنے اعمال کی نگرانی اور احتساب میں امت اور افرادِ امت کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ ؓ کے مطابق امت کی استقامت حکام کی استقامت کی مرہون منت ہے۔ امت کی قیادت کے لیے اپنے بنیادی اصول کا اعلان فرمایا کہ سچائی حاکم اور امت کے درمیان تعامل کی اساس ہے۔ اس سے حاکم اور عوام کے مابین اعتماد مضبوط ہوتا ہے۔ یہ اساسی خصلت اسلام کی دعوتِ صدق سے پیدا ہوتی ہے۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ اسلام نے حکام پر لازم کیا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کریں۔ زبان، وطن، معاشرتی احوال کی بنیاد پر امتیاز نہ برتا جائے۔ حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے، اس کی پرواہ نہ کرے کہ محکوم دوست ہے یا دشمن، مالدار ہے یا فقیر، مزدور ہے یا تاجر۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّـآ اَنۡزَلۡنَـآ اِلَيۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَـآ اَرٰکَ اللّٰہُ وَلَا تَکُنۡ لِّلۡخَآئِنِيۡنَ خَصِيۡمًا. (النساء:١٠٥)

''(اے رسولِ گرامی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس (حق) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے، اور آپ (کبھی) بددیانت لوگوں کی طرفداری میں بحث کرنے والے نہ بنیں''۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

لَاطَاعَةَ فِيْ الْمَعْصِيَةِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ.

(صحیح بخاری، کتاب التّمنّی، باب: ماجاء فی اجازۃ خبرالواحد، رالحدیث ٦٨٣٠)

''معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں اطاعت تو بھلائی کے کاموں میں ہے''۔

آپ ؓ کے خطبے سے یہ بھی وضاحت ملتی ہے کہ حکومتوں کے قیام اور تہذیب وتمدن کے ظہور سے اخلاق کا انتہائی گہرا تعلق ہے۔ اگر اخلاق میں بگاڑ آجائے تو ممالک تباہ اور امتیں ضائع ہوجاتی ہیں اور فتنہ وفساد برپا ہوجاتا ہے اور انارکی پھیلتی ہے۔

گذشتہ اقوام وملل اور تہذیبوں کا بصیرت کی نگاہ سے جس نے مطالعہ کیا ہے اس پر یہ حقیقت آشکار ہے کہ تہذیب و تمدن کا قیام اصل میں دین صحیح اور اخلاق کریمہ پر ہوا ہے۔ جب تک اخلاق کریمہ کو مدنظر رکھا گیا اور اس کی حفاظت کی گئی تو کامیابی و کامرانی حاصل رہی اور جب فواحش ومنکرات کے جراثیم سرایت کرجائیں تو پھر حکومتیں ہلاکت و تباہی کا شکار ہوجاتی ہیں اور ان کی شان وشوکت ملیا میٹ ہوجاتی ہے۔

خلافت صدیقؓ اور صحابہ کرام کے معاشرے میں شریعت کو بالادستی حاصل تھی۔ حاکم ومحکوم سب اس کے تابع تھے۔ اس لیے سیدنا صدیق اکبرؓ نے امت سے جس اطاعت کا مطالبہ کیا اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے مقید کیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی حکومت سے مسلمانوں نے کچھ ہی مدت استفادہ کیا۔ مگر ہر دور میں حریت و عدل کے متلاشی، اقوام وامم کی سیاست کے لیے اس سے بہتر حکومت نہیں پاسکتے جس کی قیادت حضور نبی اکرم ﷺ کے غار کے ساتھی، نجابت و شرافت، ذکاوت وعلم اور ایمان کے عظیم پیکر سیدنا صدیق اکبرؓ نے کی تھی۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا طرز حکمرانی

سیدنا صدیق اکبرؓ کا طرز حکمرانی ایک بے مثل و بے

مثال اہمیت کا حامل تھا۔ آج کے حالات کو دیکھ لیں کہ حاکم وقت تو کجا ایک ادنیٰ درجے کے سرکاری ملازم کی کرپشن کا یہ حال ہے کہ الامان والحفیظ۔ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے سیدنا صدیق اکبرؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد بھی ان امور کو نبھانا شروع کیا تو حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا:

اب ابوبکرؓ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں اور مسلمانوں کے مسائل اور معاملات کے ذمہ دار ہیں۔ حکومتی امور اور معاملات کو چلانے کے لیے طویل وقت اور سخت محنت درکار ہوتی ہے۔ اگر خلیفہ تجارت کریں گے تو رعایا کے حقوق کیسے ادا کریں گے؟ لہٰذا ان کی اور ان کے اہل خانہ کی ضرورت کے لیے خزانہ سے وظیفہ مقرر کر لینا چاہئے۔

اب سوال یہ تھا کہ وظیفہ کی مقدار کتنی ہو؟ اس پر سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

جتنی مدینے کے کسی ایک مزدور کی آمدنی ہوتی ہے اتنا کافی رہے گا۔ عرض کیا گیا کہ اتنی مقدار سے تو آپ کا گزارہ نہیں ہوسکے گا۔ آپ نے فرمایا: اتنے میں اگر ایک عام آدمی کے گھر کا گزارہ ہوسکتا ہے تو خلیفہ کا بھی ہونا چاہئے۔ اگر نہیں ہوسکتا تو اس کا مطلب ہے کہ ایک عام مزدور کس طرح گزارہ کرتا ہوگا۔ چنانچہ اسلامی خلافت راشدہ کے پہلے تاجدار کا وظیفہ ایک عام مزدور کے برابر مقرر ہوا۔

آج کے حکمرانوں کا موازنہ اگر خلافت صدیقی سے کریں تو سراسر مختلف طرز حکمرانی نظر آتی ہے۔ آج کے حکمران تجارت کے ساتھ ساتھ ملکی خزانے کو نوچ رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ وہ اسلامی نظام حکمرانی سے نابلد ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور صدیق اکبرؓ کی طرز حکمرانی سے منحرف ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے جب اسلامی سرزمین کو صوبوں میں تقسیم کیا تو کبھی اپنے کسی رشتہ دار کو عہدہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ ہمارے مختلف محکموں کے سیکرٹریز اور بیوروکریٹس ماہوار لاکھوں روپوں کا پیکج لیتے ہیں مگر عام لوگوں کے مسائل جوں کے توں رہتے ہیں۔ یہی بڑے بڑے بیوروکریٹس اپنے رشتہ داروں کو خوب نوازتے ہیں اور عوام بولنے کی جرات بھی نہیں کرسکتے۔

سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات کے وقت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ دیکھو یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں، یہ بڑا پیالہ جس میں ہم کھاتے پیتے ہیں اور یہ چادر جو ہم اوڑھتے ہیں، یہ سب کچھ بیت المال سے لیا گیا ہے۔ ہم ان چیزوں سے اس وقت تک نفع اٹھاسکتے ہیں جب تک میں مسلمانوں کے امور خلافت سرانجام دیتا تھا، جس وقت میں وفات پاجاؤں تو یہ سارا سامان عمر فاروقؓ کو دے دینا۔

چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو ام المومنینؓ نے حسب وصیت یہ سب چیزیں واپس کردیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ سب چیزیں وصول کرکے فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اپنے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

علاوہ ازیں آپؓ نے اپنے عہد خلافت میں جو تنخواہ لی یا جو مال اپنی ضرورت کے لیے خرچ کیا تھا اس کے متعلق فرمایا:

اس کا حساب کراؤ اور میری فلاں زمین اس کے بدلے میں بیت المال میں جمع کراؤ۔ نیز تجہیز و تکفین کے متعلق کپڑے کے بہت بڑے تاجر نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

جو کپڑا میرے بدن پر ہے، اس کو دھوکر اور اس کے ساتھ دو کپڑے اور ملا کر مجھے کفن دے دینا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ یہ تو پرانا ہے، کفن نیا ہونا چاہئے۔ جواب دیا: زندہ آدمی، مُردوں کی نسبت نئے کپڑوں کا زیادہ حقدار ہے۔

یہ ہے سیدنا صدیق اکبرؓ کی پاکیزہ طرز حکمرانی کا وہ منفرد اور نرالا شاندار نمونہ کہ آپ ﷺ کے بعد تاریخ اسلام اب تک ایسی طرز حکمرانی کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

موجودہ حکمران خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کے سادہ طرز حکمرانی سے سیکھیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کا پورا دور حکمرانی حلم و بردباری اور صداقت شعاری سے چلتا رہا۔ آپ کا دور حکومت اپنی جامع خوبیوں کی وجہ سے رہتی دنیا تک کی حکومتوں کے لیے نمونہ ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے دور حکومت میں ان تمام غلط روایات کو مٹا دیا جن کی وجہ سے کسی

انتقالِ پُر ملال

گذشتہ ماہ محترم حاجی محمد عبدالغفور کے بڑے بھائی محترم محمد مختار اور ان کی اہلیہ نور بی بی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ان کے انتقال پر گہرے دکھ اور غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ رب العزت مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے درجات بلند کرے اور سوگوار خاندان کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ تحریک منہاج القرآن کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈا پور، ڈائریکٹر فارن افیئرز جی ایم ملک اور جملہ عہدیداران نے سوگوار خاندان سے دلی تعزیت کا اظہار کیا اور بخشش و درجات کی بلندی کی دعا کی۔

حکومت کو کسی بھی عنوان سے غلط حکومت کہا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی غرض و غایت کو اتنا بلند کردیا جس سے اوپر کسی انسانی حکومت کا تصورنہیں کیا جاسکتااور وہ غرض و غایت فرد کی آزادی اور قوموں کے مفاد و مصلحت سے تعبیر ہے۔

آج کے دور پرفتن میں پوری دنیا بالعموم اور بالخصوص اسلامی ریاستوں کے حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ سیرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے لیے آئیڈیل بنائیں۔ حکمران اپنی زندگیوں کو خلیفہ اول کی سیرت کے مطابق آراستہ کریں تا کہ امت مسلمہ کی کھوئی ہوئی عظمت لوٹ آئے اور پوری دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔

آج حکمرانوں کے لالچ اور ذاتی مفادات کی وجہ سے قوم بے سکونی کی زندگی بسر کررہی ہے۔ مسجدوں کو محاذ جنگ بنادیا گیا۔ ملک وقوم کا وقار لٹ گیا۔ نااہل حکمران امن قائم کرنے کے نام پر بدترین دہشت گردی کو ہوا دے رہے ہیں۔ اگر آج ہم پاکستان کو مشکلات اور چیلنجز سے نکالنا چاہتے ہیں تو خلیفہ اول کے طرز حکومت کو آئیڈیل بنانا ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کے لیے بھی ایک اہل اور دیانتدار قیادت کا ہونا ضروری ہے۔

قیادت کے منصب پر فائز ہونے کی شرائط

علامہ ابن خلدون کے نزدیک حکمرانی کے منصب پر فائز ہونے کی چار شرائط ہیں:

۱۔ علم: کوئی بھی خلیفہ یا حکمران اللہ کے احکام کو اسی صورت میں نافذ کرسکتا ہے جب ان کا عالم بھی ہو۔ اس لیے اس منصب کے لیے جاہل کو ترجیح دینا صحیح نہیں، خلافت و حکمرانی اپنے اوصاف و احوال میں کمال چاہتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ جو خلافت وحکمرانی پر فائز ہونا چاہے اسے احکام و مسائل شریعت کا علم ہونا ضروری ہے۔

۲۔ عدالت: عدالت کی شرط اس لیے ہے کہ خلافت و حکمرانی ایک دینی منصب ہے اور امام وحکمران ان تمام عہدوں کا نگران ہوتا ہے جن میں عدالت کی شرط ہے۔

۳۔ کفایت: اس سے مراد یہ ہے خلیفہ یا حکمران کو حدود شریعہ قائم کرنے، مملکت اسلامی کی سرحدوں کی حفاظت اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جس سمجھ بوجھ، حسن تدبیر، عزم و ہمت اور استقلال و جفاکشی کی ضرورت ہے، یہ سب اس میں پائے جائیں۔

۴۔ سلامت حواس و اعضاء: اگرکسی کے اعضاء میں بوجہ فسق و فجور اور حرام کاموں کا ارتکاب کرکے (حد جاری ہو جانے کی وجہ سے) فرق آجائے تو اس کی عدالت بھی ساقط ہوجاتی ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون، ص۳۱۹)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ملکی نظم ونسق

ایک حکومت اس وقت اچھے طریقے سے چل سکتی ہے جب اس کا نظم ونسق اچھا ہو۔ اگر ملکی نظم ونسق اچھا نہیں تو نظام حکومت خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہوحکومت صحیح طریقے سےنہیں چل سکتی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مختصر سے عہد خلافت میں بہترین نظم ونسق کے ساتھ حکومت کو چلایا۔ عہدوں کی اچھے طریقے سے تقسیم کی اور ہر صوبے اور ہر ضلع میں گورنر اور حاکم مقرر فرمائے۔ عہدہ داروں کے انتخاب میں ان کا اصول یہ تھا کہ کسی عہدہ کے لیے جب کسی کو منتخب کیا جائے تو اس میں اس عہدہ کی تمام اہلیت ہو۔ گویا اَنْ تُؤدُّوْ الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا پر ان کا پورا پورا عمل تھا۔ اس سلسلہ میں آپ نے کبھی قبائلی عصبیت یا اقربا نوازی کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ اسی سخت اصول اور بلند معیار کا نتیجہ تھا کہ آپ کے مقرر کردہ عمال و حکام نے ہمیشہ اپنی بہترین صلاحیتیں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے استعمال کیں۔

حضرت یزید بن ابی سفیان کو شام کی امارات پر روانہ کیا تو فرمایا:

”اے یزید! وہاں تمہارے اعزا و اقارب ہیں، ممکن ہے کہ تم ان کو امارت دینے میں ترجیح دو۔ یہ وہ سب سے بڑی چیز ہے جس کا میں تم سے اندیشہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شيئًا فَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ احدًا مَحَابَاةً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ لا يُقْبَلُ اللّٰه صَرْفًا وَلَا عَدْلاً حَتّٰى يُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ. جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار ہو اور وہ محض رشتہ کی وجہ سے ان پر کسی شخص کو امیر بنادے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اللہ اس کی طرف سے کسی فدیہ اور کفارہ کو قبول نہیں کرے گا حتی کہ اس کو جہنم میں بھیج دے گا“۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند ابی بکر، جلد۱، ص ۶، رقم الحدیث۲۱)

ملکی نظم و نسق میں آپ نے اس بات کا بھی اہتمام فرمایا کہ جب کسی شخص کو آپ کسی عہدہ پر مامور فرماتے تو اس کے فرائض کی تشریح اس کے سامنے کرنے کے ساتھ ساتھ سلامت روی اور تقویٰ کی بڑے موثر الفاظ میں تلقین فرماتے۔

عہدوں کی تقسیم میں آپ کی اعلیٰ ظرفی کی مثال یہ بھی تھی کہ اگر کسی کو عہدہ کے قابل سمجھتے اور اس شخص کو آپؓ کی ذات سے کوئی رنجش یا شکایت بھی ہوتی تو اس کی ذاتی رنجش یا مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اسے عہدہ سے نواز دیتے۔ عہدہ داروں کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا کہ ان عہدہ داروں کی دلجوئی کی جائے اور جبر وتحکم کا برتاؤ اختیار نہ کیا جائے۔ منصب کے لحاظ سے اس کا پورا احترام کیا جائے۔ اس کے برعکس اگر کسی عہدے پر تقرری کے بعد اگر وہ شخص نااہل ثابت ہوتا تو آپؓ اسے فوراً معزول کردیتے۔ اگر کسی عہدہ دار سے غلطی ہوتی تو آپؓ اس کا احتساب فرماتے۔ تمام عہدے داروں کا احتساب اور اس کے اعمال کی باز پرس فرماتے۔

افسوس! آج کے حکمران اپنے ہی رشتہ داروں کو عہدوں سے نوازتے ہیں، خواہ وہ اس منصب کے لائق ہوں یا نہ ہوں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ سب سے پہلے تو ملک کا حکمران نااہل ثابت ہوا اور پھر اس کی نوازشات سے عہدوں پر فائز مزید لوگ بھی نااہل ثابت ہوئے۔ جیسے چیئرمین پیمرا، چیئرمین پی ٹی وی، چیئرمین متروکہ وقف املاک بورڈ، اسی طرح PCB پر تعینات کئے گئے عہدے داروں کی نااہلیت کے مناظر ہمارے سامنے ہیں۔ گویا پورے کا پورا نظام کرپٹ اور نااہل عہدے داروں سے بھرا پڑا ہے۔ مگر المیہ یہ ہے کہ اس مملکت خداداد کے حکمران اگر سوا دو سال پر محیط خلافت صدیق اکبرؓ سے رہنمائی لیتے اور اسوۂ صدیق اکبرؓ پر عمل پیرا ہوتے تو تین چار دہائیوں سے حکمرانی پر فائز رہنے کے باوجود نااہل نہ گردانے جاتے۔

افسوس! ان حکمرانوں نے اسوۂ رسول ﷺ اور اسوۂ صدیق اکبرؓ اور صحابہ کرام کے اسوہ سے کچھ سبق نہیں سیکھا اور ظلم و جبر کی حکومت قائم کرکے پاکستان کے مسلمانوں کو پریشان حال کردیا۔ عدل و انصاف پر مبنی حکومت کا نصب العین رعایا اور عوام کی خدمت ہوتا ہے اور حکومت کا خزانہ رفاہ عامہ، پبلک خدمات اور خوشحالی کے لیے ہوتا ہے۔ ایسے حکمران جو عادل ہوں وہ ملک کے خزانے سے غیر ضروری خرچ نہیں کرتے مگر جبر وظلم کی حکومت کا منشاء حکمرانوں کا ذاتی تعیش اور عہدے کا استحکام ہوتا ہے، اس لیے نہ وہ رعایا کے دکھ درد کی پرواہ کرتا ہے اور نہ رعایا کی راحت و آرام کا خیال کرتا ہے اور ایسے حکمرانوں کی رعایا ہمیشہ ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبی ہوتی ہے جس کی وجہ سے غربت و افلاس کا شکار رہتی ہے۔

یہ ایک تاریخ ساز حقیقت ہے کہ خلیفۃ المسلمین جانشین پیغمبر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کا منصب و ذمہ داری

سنبھالتے ہی پہلے روز اپنے خطبہ میں جس منشور کا اعلان فرمایا پورے دور خلافت میں اس کے ہر ہر حرف کی مکمل پاسداری کی۔ آپ کی جملہ خدمات تاریخ اسلام کا روشن باب ہیں۔

اسلام حقانیت و صداقت کا مذہب ہے۔ ہر چیز کو اس کی اصل ماہیت ونوعیت کی کسوٹی پر پرکھتا ہے اور عوام کے سامنے پُر فریب الفاظ و اصطلاحات کا طلسم نہیں باندھتا۔ اس بنا پر وہ اس بات کا قائل نہیں ہوتا کہ ایک جاہل اور شریر و فتنہ پرور انسان کو بھی ووٹ دینے کا ایسا ہی حق ہے جیسا کہ ایک صاحب علم وفہم اور متقی و صالح کو ہے۔ آج کے اس فرسودہ سیاسی و انتخابی نظام میں حکمران عوام سے جھوٹے سچے وعدے کرکے اور چند نمائشی کارنامے انجام دے کر ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور قوم کے نمائندے اور اس کے ارباب حل وعقد سمجھے جاتے ہیں جبکہ اسلام اُن لوگوں کو ارباب حل وعقد سمجھتا ہے جو قوم میں اپنے فہم و تدبر، عمل صالح اور بلند کردار کی وجہ سے معتمد علیہ ہوں، انہوں نے یا ووٹ کے حصول کے لیے اپنے کارناموں یا آئندہ کے منصوبوں کی کوئی طویل فہرست شائع نہ کی ہو بلکہ ملت اسلامیہ نے اس کی ذہنی، فکری، علمی، تحقیقی اور عملی سرگرمیوں سے متاثر ہوکر خود ان کو اپنا لیڈر منتخب کرلیا ہو۔

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نہایت اعلیٰ حاکم، منصف مزاج، متحمل، سادہ دل اور اپنے ذاتی نفع سے بے تعلق خلیفہ تھے۔ یہاں تک کہ آپؓ کی ساری زندگی اتباع رسول ﷺ میں گزری۔ افراط و تفریط سے ہمیشہ پاک اور اللہ کے نور سے حصہ لے کر ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ یہ خیال آپؓ کے دل میں ہمیشہ رہتا کہ جہاں وہ بندوں کے سامنے جوابدہ ہیں وہاں اللہ کے سامنے بھی جوابدہ ہیں اور وہ قیامت کے دن ان سے ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ بندوں کے سامنے جوابدہی کا یہی تصور تھا جس نے ہمیشہ آپؓ کو صراط مستقیم پر گامزن رکھا اور آپؓ کا قدم ایک لمحے کے لیے بھی جادۂ استقامت سے ہٹنے نہ پایا۔

❁❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم محمد اشفاق انجم (کمپیوٹر آپریٹر مجلّات) کی چچی جان (گجرات)، محترم شاہد رضا (لائبریرین COSIS منہاج یونیورسٹی) کی نانی جان، محترم محمد اقبال (نائب قاصد منہاج یونیورسٹی) کے کزن محترم محمد شوکت (ٹاؤن شپ)، محترم ایڈووکیٹ طاہر اعجاز جوئیہ (ملتان) کی نانی جان، محترم بابو محمد جمیل (لائف ممبر TMQ چکلالہ گاؤں۔ راولپنڈی)، محترم محمد مشتاق اور محترم ظہیر احمد (رفقاء تحریک) کے والد محترم اور چچا جان (راولپنڈی)، محترم غلام نبی (سانگلہ ہل) کی ہمشیرہ، محترم حافظ محمودالحسن (فیصل آباد) کے والد، محترم ملک عبدالرؤف (جھنگ) کے بھائی، محترم رانا ارشد خان (جھنگ) کے والد، محترم ڈاکٹر محمد اشفاق (نور پور قصور) کے والد، محترم قاری علم الدین (پیچہ وطنی) کی والدہ، محترم حاجی محمد افضل (عارف والا) کی اہلیہ، محترم نعیم اللہ خان (ڈیریانوالہ) کے والد، محترم عاصم اقبال (بدوملہی) کی نانی، محترم منیر احمد مغل (بدوملہی) کے بہنوئی، محترم محمد شفیق کھرل (گجیانہ نو) کے بھائی، محترم شیخ محمد اویس طاہر (سانگلہ ہل) کے بہنوئی، محترم چوہدری محمد انور (PP-151 لاہور) کے ماموں، محترم عرفان بیگ (ٹنڈو آدم) کے والد اور محترم امانت علی قادری (بصیر پور) کے بھائی قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت وبخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

بین الاقوامی سیاست میں نبی اکرم ﷺ کے سفیروں کا اسلام کی ترویج و اشاعت میں کردار

مکتوبات کے ذریعہ نظریہ کا فروغ سابقہ ادیان کی تاریخ میں موجود نہیں

صحابہ کرام ﷺ مکتوبات نبوی لیے جانوں کی پرواہ کیے بغیر پہاڑوں صحراؤں کو عبور کرتے آگے بڑھے

محمد اقبال چشتی

حضور نبی اکرم ﷺ کے خصائص نبوت میں سے ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا لایا ہوا دین قیامت تک کل انسانیت کے لیے ہدایت و نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ کا پوری انسانیت کے لیے مبعوث ہونے کا پیغام بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بیان فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰـکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰـکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَo (سبأ، ۳۴: ۲۸)

’’اور (اے حبیبِ مکرّم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ (آپ) پوری انسانیت کے لیے خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ. (توبہ، ۹: ۳۳)

’’وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے لیے اپنے نبی ﷺ کی رسالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا.

’’آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں‘‘۔ (الأعراف، ۷: ۱۵۸)

ان تمام آیات کی اتباع میں ہی حضور اکرم ﷺ نے اسلام کے آفاقی پیغام کو دنیا بھر تک پہنچانے کے لیے مختلف قوموں اور مختلف مذاہب کے سرکردگان کی طرف مراسلات و مکتوبات روانہ فرمائے۔ ان مراسلات و مکتوبات کے اندر ہر ایک کو واضح انداز میں اسلام کا پیغام پہنچاتے ہوئے لکھا کہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اس لیے پڑے گا کہ تم نے اپنی ذات کے لیے انکار کر دیا بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے تمہاری قوم بھی ہدایت سے دور رہے گی۔ جس کی ضلالت و گمراہی کا وبال بھی تم پر ہی پڑے گا۔

اپنے عقیدہ و نظریہ کے فروغ کے لیے مراسلات ومکتوبات بھیجنے کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔

صلح حدیبیہ کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے کفار کی طرف سے ہونے والے ممکنہ حملوں، سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو جب حکمت عملی کے تحت ایک معاہدہ کے ذریعے روک دیا تو آپ ﷺ نے فروغِ اسلام کے لیے مختلف ممالک کے

☆ ریسرچ سکالر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

بادشاہوں اور مختلف قبائل کے سرداروں کی طرف دعوتِ حق دے کر اپنے سفیروں کو روانہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں ان صحابہ کرامؓ کو بطور سفیر منتخب کیا گیا جو متعلقہ علاقوں، اقوام کے رسم و رواج، زبان اور کلچر سے بخوبی واقف تھے۔ اس امر کا لحاظ اس لیے رکھا گیا تاکہ وہ اسلام کے پیغام کو بخوبی اُن اقوام اور ممالک تک پہنچاسکیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب دنیا کے مختلف بادشاہوں اور امراء و رؤساء کے نام خطوط لکھے تو ان پر مہر ثبت کرنے کے لیے چاندی کی ایک انگوٹھی تیار کی گئی جس پر تین الفاظ درج تھے۔ سب سے اوپر والی سطر میں لفظ ''اللہ'' لکھا تھا، دوسری سطر میں لفظ ''رسول'' لکھا تھا اور تیسری سطر میں لفظ ''محمد'' لکھا گیا تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے تمام سفراء وہ عظیم المرتبت ہستیاں تھیں جنہوں نے مشکل ترین حالات میں بھی اپنی جانوں پر دین اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کو مقدم رکھا اور تبلیغ اسلام کے لیے اپنا حق ادا کیا۔ ان صحابہ کرام ؓ کی فضیلت وعظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ مراسلات ومکتوبات نبوی لے کر پہاڑوں اور صحراؤں کو طے کرتے ہوئے اور اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دین اسلام کی ترویج کے لیے متعلقہ لوگوں تک یہ مکتوباتِ نبوی بے خوف وخطر لے کر گئے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے سفراء کے اسمائے گرامی

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے، تم میری طرف سے اسے دوسروں تک پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

بعد ازاں حضور نبی اکرم ﷺ نے مختلف صحابہ کرام کو دیگر اقوام وممالک کی طرف دین اسلام کی اشاعت کے لیے اپنے خطوط دے کر بھیجا۔ ان سفراء صحابہ کے نام اور جن کی طرف ان کو بھیجا گیا ان کا اجمالی جائزہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

1۔ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے سفیر حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ تھے جنہیں ۵ ہجری میں حبشہ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اوّل کو حضور نبی اکرم ﷺ کا خط دیا۔ نجاشی اول نے آپ ﷺ کا مکتوب پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

2۔ حضرت عمرو بن امیہ کنانی ؓ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی ثانی کو 6 ہجری کے اَواخر میں نبی اکرم ﷺ کا خط دیا۔ اس نے خط لے کر اپنی آنکھوں پر رکھا، اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کی موجودگی میں اسلام کو قبول کیا۔

3۔ حضرت دحیہ کلبی ؓ کو قیصر روم ہرقل کی طرف 6 ہجری کے اواخر میں بھیجا گیا۔ ہرقل نے آپ ؓ سے حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے واضح انداز میں آپ ﷺ کی صفات و خصائل ذکر فرمائے۔ ہرقل نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی اور اسلام لانے کا ارادہ کیا مگر اس کے حواریوں نے اس کی رائے سے اتفاق نہ کیا ہرقل نے حضرت دحیہ کلبی ؓ کو کہا:

اگر میں جانتا کہ ان تک پہنچ سکوں گا تو ضرور ان کی زیارت کا شرف حاصل کرتا اور اگر میں ان کی بارگاہ میں ہوتا تو ان کے قدموں کو دھونے کی سعادت حاصل کرتا۔ (صحیح بخاری)

اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خط میں لکھا کہ ''بے شک میں مسلمان ہوں لیکن میں اپنے لوگوں کی وجہ سے مغلوب ہوں اور واضح طور پر اپنے اسلام کا اظہار نہیں کرسکتا''۔ اس نے آپ ﷺ کے لیے تحائف بھی بھیجے۔ حضرت دحیہ کلبی ؓ اس کا خط لے کر آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور آپ ﷺ نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے، وہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔ (سہیلی، الروض الانف، ج۴، ص۳۰۰)

4۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ ؓ ابرویز بن ہرمز فارس کے بادشاہ کی طرف 7 ہجری کے اوائل میں دعوت نامہ لے کر گئے۔ اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے خط مبارک کو پھاڑ دیا۔

5۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مصر کے بادشاہ مُقوقس کی طرف 6 ہجری کے اواخر میں روانہ کیا گیا۔

6۔ حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو حارث بن شمر الغسانی (جو شام میں غسّانہ کا بادشاہ تھا) کی طرف روانہ کیا گیا لیکن اس نے اسلام قبول نہ کیا۔

7۔ حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کو 6 ہجری کے اواخر میں یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی الحنفی کی طرف بھیجا گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

8۔ حضرت عمرو بن العاصی القرشی رضی اللہ عنہ کو عُمان کے بادشاہ جُلُندی کے دو بیٹوں جیفر اور عبد کی طرف 8 ہجری کے اواخر میں مکتوب دے کر بھیجا گیا۔ یہ دونوں مشرف بااسلام ہوئے۔

9۔ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی العبدی کی طرف 6 ہجری کے اواخر میں بھیجا گیا۔ یہ بھی مشرف بااسلام ہوا۔

10۔ حضرت الحارث بن عُمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو ۸ ہجری میں شام میں بُصری کے بادشاہ کی طرف بھیجا گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس سفیر کو بُصری کے بادشاہ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی شرحبیل بن عمر غسانی نے مؤتہ کے مقام پر شہید کر دیا۔ ان کے قتل کی وجہ سے ہی اس مقام پر غزوہ مؤتہ ہوا۔

11۔ ۹ ہجری میں حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو یمن کے بادشاہ حارث بن عبد کلال کی طرف بھیجا گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

12۔ حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو یمن کے رؤساء ذو الکلاع اور ذو عمرو کی طرف 11 ہجری کو روانہ کیا گیا۔ یہ دونوں بھی مشرف با اسلام ہوئے۔

13۔ ۹ ہجری میں حضرت معاذ بن جبل الانصاری رضی اللہ عنہ کو حارث، شرحبیل، نُعیم بن عبد کلال کی طرف بھیجا گیا اور یہ تینوں مشرف بااسلام ہوئے۔

14۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو الحارث بن عبد کُلال کے بھائیوں کی طرف 9 ہجری کے اواخر میں بھیجا گیا اور یہ سب مشرف بااسلام ہوئے۔

15۔ حضرت عمرو بن حزم الانصاری رضی اللہ عنہ کو نجران کے ابن کعب اور الحارث کے بیٹوں کے طرف 10 ہجری کے اواخر میں بھیجا گیا اور یہ سب مشرف بااسلام ہوئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ان پندرہ سفراء میں سے ایک کو راستے میں شہید کر دیا گیا۔ بادشاہوں میں سے ایک نے حضور نبی اکرم ﷺ کا مکتوب پھاڑ دیا۔ فارس کے بادشاہ ابرویز بن ہرمز اور شام میں غسانہ کا بادشاہ الحارث بن شمر الغسانی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا اور سختی اور دھمکی کے ساتھ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جن ملوک ورؤساء کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سفراء کو بھیجا، اُن میں سے چار اپنے دین پر قائم رہے۔ اس کے علاوہ باقی سب نے اور اُن کے پیروکاروں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے ان علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہوگئی تھی۔

سفراءِ مصطفیٰ ﷺ کے خصائل

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا ارادہ فرمایا اور مختلف اقوام وممالک کے بادشاہوں، امراء، رؤساء کی جانب خطوط بھیجے تو آپ ﷺ نے اس امر کے لیے نہ صرف حسین افراد کا انتخاب فرمایا بلکہ ایسے اصحاب کو بھی ترجیح دی جو فصیح اللسان تھے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وہ سفیر تھے جو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حَسین تھے اور جبریل امین علیہ السلام وحی لے کر آپ رضی اللہ عنہ کی شکل میں آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔

(ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج۲، ص۳۸۵)

حضور نبی اکرم ﷺ کے سفیروں کو چونکہ یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ اُن کے قلوب واذہان علوم نبویہ سے معطر ومطہر تھے، اسی وجہ سے ان میں علم، تحمل اور وبردباری کے ساتھ ساتھ فصاحت وبلاغت اور قادر الکلامی بدرجہ اتم موجود تھی اور وہ مخالف کو دلائل مسکتہ سے قائل کرنے میں کمال رکھتے تھے۔

علامہ سہیلی اپنی کتاب ’’الروض الانف‘‘ میں لکھتے ہیں کہ

جب حضرت دحیہ کلبی ﷺ قیصر روم کے پاس نبی اکرم ﷺ کا پیغام لے کر گئے تو آپ ﷺ نے اُسے فرمایا:

’’اے قیصر! مجھے اس ذات نے بھیجا ہے جو تم سے بہتر ہے، جسے اس ذات نے پوری کائنات کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے جو تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔سو تم میری بات عاجزی سے سنو، پھر اس کا جواب مخلصانہ مشورے سے دو۔ کیونکہ اگر تم عاجزی نہیں کرو گے، سمجھو گے نہیں اور اگر تم نے مخلصانہ مشورہ نہ لیا تو تم انصاف نہیں کر پاؤ گے‘‘۔

قیصر نے کہا: لاؤ کیا ہے؟ حضرت دحیہ کلبی ﷺ نے فرمایا:

’’کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح ﷺ نماز پڑھتے تھے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کے لیے مسیح ﷺ نماز پڑھتے تھے، اور میں تمہیں اس ذات کی طرف بلاتا ہوں جس نے اس وقت بھی آسمانوں اور زمین کے نظام کی تدبیر فرمائی جب مسیح ﷺ ابھی اپنی ماں کے شکم میں تھے اور میں تمہیں اس نبی آخر الزمان کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کی آمد کی بشارت موسیٰ ﷺ نے اور ان کے بعد عیسیٰ ﷺ نے دی اور تمہارے پاس اس کے متعلق جو علم موجود ہے وہ اس سلسلہ میں کافی ہے اور اس خبر پر یقین کے لیے اطمینان بخش ہے۔ اگر تم نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں سرفرازی ہے ورنہ آخرت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور دنیا کا حصہ تم پالو گے۔ اور جان لو کہ تمہارا ایک مالک وپروردگار ہے جو ظالموں، جابروں کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے اور عظیم نعمتوں کو بدل دیتا ہے‘‘۔

قیصر نے مکتوبِ گرامی کو لے کر اپنی آنکھوں اور سر پر رکھا اس کے بعد اسے چوما اور پھر کہا:

بخدا! میں ہر خط کو پڑھتا ہوں اور ہر عالم سے سوال کرتا ہوں، میں نے اس مکتوب میں خیر ہی خیر دیکھی ہے۔آپ مجھے مہلت دو تا کہ میں غور کروں کہ مسیح ﷺ کس کے لیے نماز پڑھتے تھے۔ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں آج تمہیں ایسا جواب دوں کہ کل اس سے بہتر جواب دے سکوں اور میں اپنے سابقہ جواب کی وجہ سے نقصان پاؤں اور فائدہ نہ پاؤں۔تم ٹھہرو یہاں تک کہ میں کسی فیصلہ پر پہنچ سکوں‘‘۔

وہ اسی حال میں رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ (سہیلی، الروض الانف، ج۴، ۳۸۸)

☆ حضرت عبداللہ بن حذافہ ﷺ 7 ہجری کے اوائل میں فارس کے بادشاہ ابرویز کی طرف نبی اکرم ﷺ کا دعوت نامہ لے کر گئے تھے۔ آپ ﷺ کو سیدنا عمر بن خطاب ﷺ نے ایک لشکر کے ساتھ روم کی طرف روانہ کیا۔ ان کے 80 آدمیوں کو رومیوں نے قید کر لیا۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ ﷺ کو رومیوں نے دین اسلام چھوڑنے اور کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ ان کے کئی حربے استعمال کرنے کے باوجود آپ ﷺ مسلسل انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ روم کے بادشاہ نے کہا:

’’اے عبد اللہ بن حذافہ! اگر تم میرے سر کا بوسہ لے لو تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو رہا کر دوں گا‘‘۔

آپ نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ یہ اللہ کا دشمن ہے مگر حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ میں مسلمان قیدیوں کو رہا کروانے کے لیے اس کے سر کا بوسہ لے لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور مسلمان قیدیوں کو رہائی دلوا کر واپس مدینے پہنچے۔ جب آپ ﷺ مسلمانوں کو رہا کروا کر سیدنا عمر بن خطاب کی بارگاہ میں پہنچے تو سیدنا عمر ﷺ نے فرمایا:

’’آج ہر مسلمان کا حق ہے کہ وہ عبد اللہ بن حذافہ ﷺ کے سر کا بوسہ لے اور اس کی ابتداء میں کرتا ہوں‘‘۔

(عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج۵،ص۱۶۲)

خلاصۃ الکلام

حضور نبی اکرم ﷺ کی پُر اَمن اور مبنی بر حکمت اس دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں ایک مختصر مدت میں اسلام خطہ عرب وعجم میں پھیل گیا۔ اسلام کی اس تبلیغ واشاعت میں آپ ﷺ کے ان جانثار سفراء صحابہ کرام ﷺ کا خاص کردار ہے جنہیں اسلام کی ترویج واشاعت کی سعادت نصیب ہوئی۔

❁❁❁❁❁

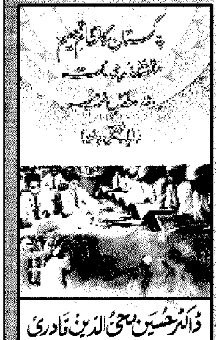

پاکستان کا نظامِ تعلیم متشدد رجحانات اور مدارسِ دینیہ

انتہا پسندی اور دہشتگردی کے خاتمے کیلئے کوئی بھی تدبیر اس وقت تک کارگر ثابت نہیں ہوسکتی جب تک حکومتی سطح پر پالیسی وضع کرنے والے ادارے انتہا پسندی کے عمل میں کارفرما عوامل اور اس کے بنیادی اجزائے ترکیبی کو بخوبی واضح نہ کرلیں

قسط نمبر 1

''پاکستان کا نظام تعلیم، متشدد رجحانات اور مدارس دینیہ'' کے عنوان سے محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی حال ہی میں ایک منفرد تحقیقی کتاب شائع ہوئی ہے۔ کتاب میں پاکستان میں نظام تعلیم کو درپیش مسائل کی نشاندہی کے ساتھ ان مسائل کے حل کیلئے قابل عمل تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ کتاب میں مدارس دینیہ و دیگر تعلیمی اداروں سے متعلق تحقیقی جائزہ، اعداد و شمار اور تاریخی پس منظر کو صراحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ فرسودہ اور غیر مساوی نظام تعلیم کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہ کرنے کے نتیجے میں نظام تعلیم اور سوسائٹی کن مضمرات اور تشکیک و ابہام کا شکار ہوئی۔ کتاب میں مذہبی مدارس کے تاریخی پس منظر، قرون اولیٰ و وسطیٰ اور برصغیر پاک و ہند کے مختلف ادوار کا احاطہ کیا گیا ہے۔ نظام تعلیم سے متعلق طلبہ و طالبات، اساتذہ اور والدین سے سوال و جواب کے نتیجے میں حاصل ہونے والی معلومات کو کتاب میں بطور خاص شامل کیا گیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت اور انفرادیت بڑھی ہے۔ زیر نظر تحقیقی جائزہ پر مشتمل کتاب میں بتایا گیا ہے کہ نظام تعلیم کی فرسودگی اور عدم مساوات کے علاوہ وہ کون کون سے عوامل ہیں جو فرقہ وارانہ اور انتہا پسندانہ رجحانات کو فروغ دینے کا سبب ہیں۔ کتاب میں مفید نظام تعلیم کی تشکیل و ترویج کے ساتھ ساتھ پرامن سوسائٹی کی تشکیل میں معاشی استحکام، موثر عدالتی نظام کے قیام، بیداریٔ شعور کے ضمن میں میڈیا کے کردار، انتہا پسندانہ تحریر و تقریر کے انسداد اور تحمل و برداشت اور اختلاف رائے کے احترام کی ناگزیر ضرورت پر بحث کی گئی ہے۔

ماہنامہ منہاج القرآن نے اس کتاب کی موضوع کے اعتبار سے انفرادیت اور افادیت کے پیش نظر اسے قسط وار شامل اشاعت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس ضمن میں پہلی قسط زیر نظر شمارہ میں شامل اشاعت ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے ضمن میں آپ اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے۔ اس تحقیقی کتاب کو قسط وار شائع کرنے کی اجازت دینے پر ہم تحریک منہاج القرآن کے صدر اور کتاب کے رائٹر قابل احترام ڈاکٹر حسین محی الدین القادری کے خصوصی طور پر شکر گزار ہیں۔ (چیف ایڈیٹر ماہنامہ منہاج القرآن)

2001ء میں نیویارک کے تباہ کن واقعات کے بعد دہشت گردی کے خلاف شروع ہونے والی جنگ آج دوسری دہائی کے اختتام پر پہنچ چکی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی یہ جنگ ابھی تک اپنے مطلوبہ مقاصد کو حاصل نہیں کرسکی۔ اس کی روک تھام کی آڑ میں بڑے پیمانے پر لڑی جانے والی جنگوں کے نتیجے میں ہزاروں، لاکھوں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ لا تعداد انسانی اموات کے ساتھ ساتھ عالمی برادری کو اِقتصادی سطح پر بھی بے پناہ نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے[(1)]۔

(1) Belasco, Army., (2009). *Cost of Iraq, Afghanistan, and Other Global War on Terror Operations Since 9/11*: DIANE Publishing.

9/11 اور اس کے بعد کے ہونے والے افسوس ناک واقعات نے دنیا کو اس حد تک ہلا کر رکھ دیا ہے کہ ڈیڑھ دہائی قبل کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بدقسمتی سے دنیا کبھی بھی ایسی نہیں رہی جہاں دوستانہ روابط، امن اور باہمی ہم آہنگی غالب ہوئی ہو اور مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ باہمی تفہیم میں رہتے رہے ہوں۔

انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے ترجیحی طور پر صرف طاقت کے استعمال کی پالیسی نے اس مسئلہ کو مزید پیچیدہ اور گھمبیر بنا دیا ہے۔ جنگوں اور دیگر متعلقہ حفاظتی اقدامات پر کیے جانے والے بھاری اخراجات کے باوجود دنیا ہمیشہ کی طرح غیر محفوظ ہی ہے اور ان تمام تر حفاظتی اقدامات کے باوجود غیر ریاستی عناصر بشمول عسکریت پسند گروہ اور دہشت گرد تنظیمیں ہنوز ناقابل شکست ہی ہیں۔

دنیا کو درپیش چیلنجز کا تسلی بخش حل محدود زاویہ نگاہ پر مبنی پرانی فکر اور مروجہ پالیسیوں کی تکرار میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ حالاں کہ ایسی پالیسیاں پہلے ہی تشدد کے رجحان کو روکنے میں بری طرح ناکام رہی ہیں(1)۔ کسی دانا نے کتنے ایجاز و اختصار کے ساتھ یہ بات کی ہے کہ مسلسل ایک ہی طرح کی تدابیر اختیار کر کے ہر بار مختلف نتائج کی توقع رکھنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے گھمبیر مسئلے نے کئی سالوں سے دنیا کو شدید کرب میں مبتلا کر رکھا ہے اور تاحال اس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ اِس وقت حالات انتہائی دانش مندانہ فہم و فراست پر مبنی ایسے ٹھوس اقدامات کا مطالبہ کرتے ہیں جن کے ذریعے اس ناسور کا قلع قمع ہو سکے اور یہ تب ہی ممکن ہوگا جب مثبت سوچ اور فکر پروان چڑھے گی۔

اس تناظر میں انتہا پسندی اور دہشت گردی سے نبٹنے کے لیے جو علمی اور سیاسی فریم ورک استعمال کیا گیا ہے وہ خاص

> **دنیا کو درپیش چیلنجز کا تسلی بخش حل محدود زاویہ نگاہ پر مبنی پرانی فکر اور مروجہ پالیسیوں کی تکرار میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی پالیسیاں تشدد کے رجحان کو روکنے میں بری طرح ناکام رہی ہیں**

اہمیت کا حامل ہے۔ George W. Bush اور Samuel Huntington جیسے لوگوں کی طرف سے ’دہشت گردی کے خلاف جنگ‘ (War on Terror) اور ’تہذیبوں کے تصادم‘ (Clash of Civilizations) جیسی اصطلاحات کے استعمال پر نظر ثانی کی ضرورت ہے کیونکہ انہوں نے خالصتاً نظریاتی اور مذہبی ابحاث کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی ہے، بجائے اس کے کہ وہ حکمت و دانش سے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ Inez Mahony اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں لکھتی ہیں:

This ‘clash of civilization’ paradigm has not only affected world politics through creating a barrier to dialogue and negotiation between Muslims and the Western elite but has also affected domestic politics of effected regions, promoting an ‘us and them’ mentality, particularly in the areas of immigration, multiculturlism and race relations.(2)

”مسلمانوں اور مغربی اشرافیہ کے درمیان مکالمہ اور گفت وشنید کی راہ میں رکاوٹیں حائل کر کے ’تہذیبوں کے تصادم‘ کے اس طرزِ عمل نے نہ صرف عالمی سیاست کو متاثر کیا ہے بلکہ متاثرہ علاقوں کی ملکی سیاست، ان کے درمیان ’ہم اور وہ‘ کی

(1) Corn, Geoffrey., and Jensen, Eric Talbot., (2009). Transnational Armed Conflict: *A Principled Approach to the Regulation of Counter-Terror Combat Operations*. Isr. L. Rev., 42, 46.

(2) Manhoy, I., (2010). *Constructing Indonesian Islam in the context of war on terror*. Unversity Press, the University of Queensland, Australia.

ذہنیت کو فروغ دے کر بالخصوص ہجرت والے علاقوں میں کثیر الثقافتی اور نسلی روابط کو بھی متاثر کیا ہے‘‘۔

یہ بات مقامی اور علاقائی معاشروں میں معاشرتی انصاف کو غیر فعال بناتی ہے۔ جس کے نتیجے میں دنیا بھر میں مسلم اقلیتوں کے خلاف تشدد اور تذلیل میں اضافہ ہوا ہے[1]۔ دہشت گردی، انتہا پسندی، عسکریت پسندی اور جارحیت پر ایک عرصہ سے کی جانے والی بحث کی اس روایت کو strategic نقطہ نظر سے کلیتاً بدلنے کی ضرورت ہے۔ ان ابحاث کا دائرہ وسیع کرنے سے توضیحات اور ان پر مزید وضاحتوں کو جگہ ملے گی جن کا مقصد ان خیالات و افکار کو لگام ڈالنا ہوگا جو اصولی طور پر سرے سے اس بحث کا حصہ ہی نہیں تھیں۔ یہی وہ واحد راستہ ہے جہاں عسکری جد و جہد کو سیاسی اور فکری جدّ و جہد میں منتقل کر کے اس کے دیرپا نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کوئی بھی تدبیر اس وقت تک کارگر ثابت نہیں ہوسکتی جب تک حکومتی سطح پر پالیسی وضع کرنے والے ادارے انتہا پسندی کے عمل میں کارفرما عوامل اور اس کے بنیادی اَجزاے ترکیبی (core components) کو بخوبی واضح نہ کر لیں۔ ان کا یہ اقدام معاشرے کے تمام طبقات کی شمولیت کو نتیجہ خیز اور مؤثر بنانے کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہوگا۔ ماہرین نے تشدد اور انتہا پسندی کے مختلف تدریجی مراحل بیان کیے ہیں جن میں انفرادی مایوسی، بے چینی اور تذبذب (grievances) اور مذہبی و سیاسی تنگ نظری (religio-political ideology) کے عوامل قدرِ مشترک کے طور پر پائے گئے ہیں۔

یونی ورسٹی آف کیلی فورنیا کے Department of Psychology and Social Behavior کے

Skeem JL اور Cooke DJ لکھتے ہیں:

Grievences both real and perceived lie at the core of the radiclization process, providing what social scientists describe as a cognitive opening. First- or second-generation immigrants in the West are prime candidates for probing this opening. They may have suffered because of exclusion or discrimination,copuled with a lack of identification with the cultures of their parents or grandparents, and extremist narratives can take root in the resulting identity vacuum.[2]

’’عدمِ اطمینان، مایوسی اور بے چینی جیسی حقیقی یا خود ساختہ کیفیات انتہا پسندی کے عمل میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ سماجی مفکرین انہی کیفیات کو انتہا پسندی کے عمل کا آغاز گردانتے ہیں۔ ان کے مطابق مغرب کی طرف آنے والی تارکینِ وطن کی پہلی یا دوسری نسل اس نقطہء آغاز کی بنیادی محرک تھی۔ (ہوسکتا ہے کہ وہ) وطن سے نکالے جانے (خروج) یا (نسلی) امتیاز اور آباؤ اجداد کی ثقافتی عدمِ شناخت کا شکار ہوئے ہوں اور بالآخر ان تمام محرکات بشمول شناخت کا علم نہ ہونے نے ان کے درمیان خلاء پیدا کیا جس سے انتہا پسندانہ افکار و نظریات نے (ان میں) جڑ پکڑ لی‘‘۔

Peter R. Neumann اور M. L. R. Smith نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

But grievances alone cannot explain

(1) Danske trossamfund., (2012).106: Minhaj ul-Quran. Deliberates,A.,(2008). *Muslims and Non-Muslims in Australia-Final report summary*.Issues Deliberation Australia(2007).

(2) Skeem,Jenniifer L, & Cooke, David J.,(2010). *One measure does not a construct make :Directions toward reinvigorating psychopathy research reply to* Hare and Neumann(2010).

how individuals become radicalized; they must also be subjected to a methodology through which frustration or anger can be directed. Target is also needed against which budding radicals can lash out.(1)

''صرف بے چینی و مایوسی کا عنصر تنہا اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ یقیناً وہ اس صورتِ حال سے بھی دوچار ہوئے ہوں گے جن کے ذریعے انسان لامحالہ غم و غصہ اور ہیجان کی کیفیت کی طرف مبذول ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ان کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان بنیادی عوامل کو بھی کلیتاً جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے جو اس انتہا پسندی کی افزائش میں کلیدی کردار کے طور پر کارفرما ہیں''۔

اس حوالے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری 2011ء میں 'پاکستان میں شعوری انقلاب کی ضرورت و ناگزیریت' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انتہا پسندی تنگ نظری سے زیادہ خطرناک نقطہ نظر اور سوچ ہے۔ دراصل انتہا پسند ایک ذہنی فکر اور نظریاتی عذاب ہے جو تنگ نظری سے جنم لیتا ہے اور تنگ نظری سے آب یاری ہوتی رہتی ہے۔ بہت سے عوامل تنگ نظری کو پالتے ہیں تو یہ انتہا پسندی بن جاتی ہے۔ انتہا پسندی کے دو رخ ہیں: مسلح انتہا پسندی اور غیر مسلح انتہا پسندی۔ مسلح انتہا پسندی سے مراد ایسی کارروائیاں ہیں جن میں اسلحہ و بندوق اٹھائی جائے اور یہی طرزِ عمل دہشت گردی کہلاتا ہے جو بنیادی طور پر غیر مسلح انتہا پسندی سے جنم لیتا ہے۔ غیر مسلح انتہا پسندی اعتقادی، فکری اور نظریاتی دہشت گردی ہے اور جب کوئی فرد عملاً جنگ و جدل اور خون خرابے کی طرف آجاتا ہے تو اس کا یہ عمل دہشت گردی کہلاتا ہے۔

گویا دہشت گرد یک دم وجود میں نہیں آتا اور نہ ہی دہشت گردی کوئی ایسی چیز ہے جو اچانک ظہور پذیر ہوجائے بلکہ یہ ایک ارتقائی عمل ہے جو چار مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے تدریجاً دہشت گرد بننے کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اس کا سب سے پہلا مرحلہ تنگ نظری (narrow-mindedness) ہے جو بڑھتے ہوئے دوسرے مرحلے یعنی انتہا پسندی (extemism) تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے انتہا پسندانہ افکا ونظریات پر متشدد ہو جاتا ہے جو اسے تیسرے مرحلے یعنی متشدد انتہا پسندی (radicalism) کی طرف لے جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ تشدد اس کی فطرت ثانیہ بن جاتا ہے اور یہی عادت اسے چوتھے مرحلے کی طرف دھکیل دیتی ہے جو کہ دہشت گردی (terrorism) کہلاتا ہے، اور بالآخر اسے دہشت گرد بنا دیتی ہے۔ یوں دہشت گرد اِن چار مراحل سے گزرتا ہے۔ بہت سے ماہرین کی طرف سے تجویز کردہ 'امدادی عناصر' اس وقت سامنے آتے ہیں جب متشدد انتہا پسندی کا مرحلہ مکمل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا معاشرتی اَمن کے لیے انتہا پسندانہ سوچ کا خاتمہ ضروری ہے۔ دہشت گردی ختم کرنے کے لیے صرف فوجی عدالتیں ہی کافی نہیں، کیوں کہ دہشت گرد جب دہشت گردی کا ارتکاب کر لیتا ہے تو پھر یہ عدالتیں اُسے سزا دیتی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دہشت گردی کی نوبت کیوں آتی ہے؟ یاد رکھیں! دہشت گردی انتہا پسندی سے شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں انتہا پسندی کو جڑ سے کاٹنا ہوگا۔ ابھی تک کوئی قدم انتہا پسندی کے خاتمے کی طرف نہیں اُٹھایا گیا۔ اِس کے لیے ضروری ہے کہ انتہا پسندانہ سوچ کو ختم کیا جائے، انتہاپسندانہ تبلیغ کو ختم کرنا ہوگا، فرقہ واریت اور ایک دوسرے کو کافر قرار دینے کی سوچ کو ختم کرنا ہوگا، ایک دوسرے کے گلے کاٹنے کی سوچ کو ختم کرنا ہوگا۔ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے معاشرے کو اسلام، امن، رحمت، وفاداری، تحمل، بردباری، برداشت، اور توسط و اعتدال کا معاشرہ بنانا ہوگا۔

آج حالات اِس اَمر کے متقاضی ہیں کہ اِسلامی تعلیمات اور آفاقی صداقتوں کی روشنی میں دہشت گردی کی فکر اور اِنتہا پسندانہ نظریات کے خلاف بین الاقوامی سطح پر ہر طبقہ کو ذہنی و

(1) Neumann, Peter R, & Smith, Michael Lawrence Rowan., (2007). *The Strategy of Terrorism: How it works,and why it fails.* Routledge.

فکری طور پر تیار کیا جائے۔ معاشرے سے اِنتہا پسندی کے خاتمے کے لیے عملی اِقدامات کیے جائیں تاکہ دہشت گردوں کے فکری ونظریاتی سرچشموں کا بھی ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوجائے۔

انتہا پسندی کے خاتمہ میں تعلیم کا کردار

ایک قوم کی اقتصادی، سماجی اور سیاسی سمت کے تعین میں تعلیم کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تعلیم صرف افراد کی اخلاقیات کو بہتر بنانے، ان کی شخصیات کو نکھارنے اور ان کے سماجی اور نفسیاتی رویے میں تبدیلی لانے تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ معلومات اور مواصلات کی مہارتوں تک بڑے پیمانے پر رسائی، اقتصادی، سیاسی اور عالمی سطح پر قابو پانے اور تہذیبوں اور ثقافتوں کی بڑھتی ہوئی باہمی وابستگی کے حوالے سے علم کی ایک ایسے عامل کے طور پر شناخت کی گئی ہے جو عالمی سطح پر قوم کو ایک معیار دینے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

(Baig, M. S., (2013). *Educational disparity in Pakistan at Higher Secondary level.* Paper presented at the National Policy Conference, Lahore, Pakistan.)

ایک باضابطہ اور جمہوری معاشرے کی شاندار عمارت کی بنیاد تعلیم پر ہوتی ہے۔ اگر معاشرے میں تعلیمی نظام منظّم اور یکساں ہوتو لوگوں کو آگے بڑھنے اور ترقی کے مساوی مواقع میسر آتے ہیں۔ تعلیم معاشرتی اور معاشی مساوات کے طور پر کام کرتی ہے جو لوگوں کو اقتصادی قوت کے ساتھ مضبوط کرتی ہے اور انہیں فیصلہ سازی کے عمل میں حصہ لینے کے قابل بناتی ہے۔

حالیہ ادوار میں پاکستانی قوم مسلسل انتہا پسندی اور دہشت گردی کا شکار رہی ہے اور اس ناسور سے نبٹنے کے دوران 70 ہزار جانیں ضائع ہوئیں۔ مگر اس سب کے باوجود پاکستان کو انتہا پسندی اور دہشت گردی کو فروغ دینے کا ایک اہم مرکز تصور کیا جاتا ہے جو کہ پاکستان کی قربانیوں کا سراسر انکار ہے۔

❁❁❁❁❁ (جاری ہے) ❁❁❁❁❁

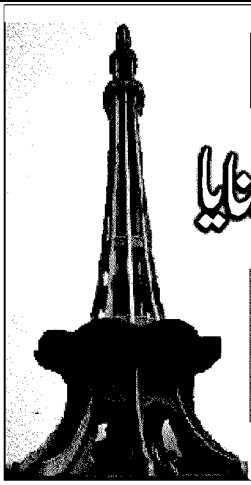

23 مارچ 1940ء کے اجلاس کی مختصر روداد

پاکستان ایماندار اور راست گو قیادت نے بنایا

23 مارچ 1940ء کے اجلاس میں قرارداد پاکستان کا لفظ استعمال ہوا

نوراللہ صدیقی

آل انڈیا مسلم لیگ کا 27 واں سالانہ اجلاس 22 تا 24 مارچ 1940ء کو لاہور کے منٹو پارک آج کل کے گریٹر اقبال پارک میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر نواب شاہنواز خان آف ممدوٹ تھے جبکہ سیکرٹری میاں بشیر احمد تھے۔ اجلاس کے تمام انتظامات مسلم لیگ کی ذیلی تنظیم مسلم نیشنل گارڈز نے سرانجام دیئے۔ اجلاس کے مصارف پورے کرنے کیلئے 20 ہزار روپے کا چندہ جمع کیا گیا تھا جبکہ پونے 11 ہزار روپے خرچ ہوئے، باقی رقم مسلم لیگ کے فنڈ میں جمع کروا دی گئی۔ اجلاس کا سٹیج حاجی الف دین معمار نے تعمیر کیا تھا سٹیج پر آویزاں بینر پر علامہ اقبال کا یہ شعر لکھا تھا:

ے جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے

اجلاس کے دوران قائداعظمؒ نے ڈیوس روڈ پر واقع ''ممدوٹ ولا'' میں قیام کیا۔ اجلاس کا طے شدہ وقت ڈھائی بجے تھا، قائداعظم بھی اسی وقت پنڈال میں تشریف لائے تھے اس اجلاس میں ایک لاکھ افراد شریک تھے۔ تلاوت کلام پاک سے آغاز کے بعد میاں بشیر احمد کی معرکۃ الآرا نظم ''ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح'' انور غازی آبادی نے پڑھ کر سنائی۔ قائداعظم نے اس اجلاس میں فی البدیہہ اور برجستہ تقریر کی۔ ان کے خطبہ صدارت کا دورانیہ دو گھنٹے تھا(بحوالہ تاریخ آل انڈیا مسلم لیگ سرسیدؒ سے قائداعظمؒ تک: مصنف آزاد بن حیدر)

23مارچ 1940ء کا دن تحریک پاکستان میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے،اسی دن لاہور میں موجودہ گریٹر اقبال پارک میں آل انڈیا مسلم لیگ کے 27ویں سالانہ اجلاس میں شریک مسلمانان ہند نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ ایک آزاد اسلامی مملکت حاصل کریں گے۔یہ اجلاس جس میں تاریخی قرارداد منظور کی گئی۔ 22مارچ 1940 کو شروع ہو کر 24مارچ 1940 تک تین دن جاری رہا۔اس اجلاس میں برصغیر پاک و ہند کی ممتاز مسلم لیگی قیادت نے الگ وطن کی قرارداد کی حمایت کی اور خطابات کئے۔اجلاس میں ہندوستان اور موجودہ پاکستان سے ایک لاکھ لوگ جمع ہوئے۔ اس اجلاس میں ہونے والے خطابات کا ایک ایک حرف آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ان خطابات کا لب لباب یہ ہے کہ تمام قائدین آزاد وطن کیلئے پر عزم ہندو اور انگریز کے گٹھ جوڑ کے مضمرات سے پوری طرح باخبر تھے اور آئندہ کی آزاد مملکت کے خدو خال کے حوالے سے انکے نظریات اور خیالات ہر قسم کے ابہام سے

قیادت اپنے عوام کی خواہشات، مسائل، دوستوں اور دشمنوں کے اعلانیہ اور غیر اعلانیہ عزائم سے آگاہ ہو اور اسکی نظر اپنے اہداف پر جمی ہو

پاک تھے اور انتہائی مؤثر انداز میں آزادی کا پیغام عام آدمی کے دل و دماغ میں اتار رہے تھے۔ جب قیادت مخلص، دردمند، مسائل اور جغرافیہ سے مکمل طور پر آگاہ ہو اور منزل کا راستہ اسکے دل و دماغ میں نقش ہو تو پھر مقصد کے حصول میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں رہ سکتی۔تحریک پاکستان کی قیادت کو اللہ نے اسی شرح صدر سے نواز رکھا تھا اور برصغیر پاک و ہند کی مسلم قیادت کی سربراہی بھی ایک ایسی ہستی کو عطا کر رکھی تھی جسے دنیا قائداعظم محمد علی جناحؒ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔اللہ نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کو ایک روشن خیال دماغ اور دردمند دل سے نوازا۔ برصغیر پاک و ہند کی جملہ قیادت کی بصیرت ایک طرف اور قائداعظم کی بصیرت اور شہ دماغی ایک طرف تھی۔

ہر سال 23مارچ یوم پاکستان کے طور پر منایا جاتا ہے اور روایتی بیانات جاری کئے جاتے ہیں۔ مگر 23مارچ 1940ء کے اصل پیغام کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ اصل پیغام یہ ہے کہ قیادت اپنے عوام کی خواہشات،مسائل، دوستوں اور دشمنوں کے اعلانیہ اور غیر اعلانیہ عزائم سے آگاہ ہو اور اسکی نظر اپنے اہداف پر جمی ہو۔تحریک پاکستان کے دوران ایک ایسے مسلمان عالم اور فاضل بھی تھے جن کا نام مولانا ابو الکلام آزاد تھا جن کے علم زبان و بیان سے ایک دنیا واقف تھی مگر ابو الکلام آزاد اپنی تمام تر ’’بو کلامی‘‘ کے باوجود مسلمانوں کو غلام ہندوستان کے اندر رہنے پر قائل نہ کر سکے اور اسکے برعکس قائد اعظم محمد علی جناحؒ جن کو اسلامیان برصغیر کی زبان اردو پر دسترس بھی حاصل نہ تھی اسکے باوجود انکے نقطہ نظر، صادق الکلامی اور اخلاص کے سحر میں کروڑوں مسلمان مبتلا تھے۔ دنیا کے ہر بڑے اور عظمت والے انسان میں ایک خوبی مشترک ملے گی کہ وہ سچا اور راست گو ہوتا ہے۔ایک عظیم انسان جھوٹ سے کوسوں دور ہوتا ہے، یہی خوبی قائداعظم میں بھی تھی۔پاکستان بنانے والی قیادت کا پاکستان بنانے سے قبل متمول اور صاحب علم افراد اور خاندانوں میں شمار ہوتا تھا اور یہ غیور قیادت جانتی تھی کہ پاکستان بننے کے بعد انہیں اپنی جاگیروں اور اعزازات سے ہاتھ دھونے پڑ سکتے ہیں اور معاشی،سیاسی،سماجی اعتبار سے بے پناہ مسائل سے دوچار ہونا پڑ سکتا ہے مگر اس قیادت کے دل اور دماغ میں صرف ایک ہی خیال اور مطالبہ تھا کہ برصغیر کے کروڑوں بے بس اور لاچار مسلمانوں کو آزادی کی نعمت ملے اور وہ غاصب ہندو اور انگریز کے تسلط سے نجات حاصل کریں۔

> **دنیا کے ہر بڑے اور عظمت والے انسان میں ایک خوبی مشترک ملے گی کہ وہ سچا اور راست گو ہوتا ہے۔ ایک عظیم انسان جھوٹ سے کوسوں دور ہوتا ہے، یہی خوبی قائداعظم میں بھی تھی**

یہاں ایک تاریخی مغالطے کی اصلاح بھی ناگزیر ہے۔کہا جاتا ہے کہ 23مارچ 1940ء کی قرارداد میں آزاد مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا مگر جسے بعد ازاں طنزاً ہندو پریس نے قرارداد پاکستان کا نام دیا اور یہ قرارداد پھر اسی نام سے مشہور ہو گئی۔حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ قرارداد میں پاکستان کا لفظ استعمال نہیں ہوا تاہم اسی اجلاس میں بیگم محمد علی جوہر نے اپنی تقریر میں اسے پاکستان کا Resolution کہا اور پھر مسلم لیگ نے اسی نام سے تحریک پاکستان کی جدوجہد کو آگے بڑھایا۔اگر ہندو پریس نے طنزاً اسے قرار داد پاکستان کہا تو یہ نام ان کا اخذ کردہ نہیں تھا، اس سے قبل چوہدری رحمت علی نئی مملکت کیلئے لفظ پاکستان کا استعمال اور تشہیر کر چکے تھے۔یہ ایک تاریخی صداقت اور اعزاز ہے کہ 23مارچ کے اجلاس میں پہلی بار پاکستان کا لفظ استعمال کرنیوالی بھی خاتون تھیں اور پہلی بار سول سیکرٹریٹ پر پاکستان کا جھنڈا لہرانے والی بھی خاتون تھیں اور پہلے آمر کے خلاف جمہوری جدوجہد کرنے والی بھی خاتون تھیں۔بیگم محمد علی جوہر،صغریٰ اور فاطمہ جناح،تحریک پاکستان اور پاکستان کا فخر ہیں۔

آیئے اب اس بات کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے 27ویں اجلاس میں مسلم قیادت نے کس

قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور وہ آئندہ کے لائحہ عمل کے حوالے سے کس قدر واضح روڈ میپ رکھتے تھے۔

☆ 23 مارچ 1940ء کے اجلاس کا 22 مارچ کو خطبہ استقبالیہ سر شاہ نواز خان ممدوٹ نے پیش کیا۔انہوں نے خطبہ استقبالیہ میں کہا کہ یورپی ممالک ایک مذہب، ایک جیسی ثقافت اور بود و باش رکھتے ہیں اسکے باوجود ایک دوسرے کے تسلط کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ہم رنگ،نسل،مذہب،ثقافت ہر طرح کے امتیاز کے ہوتے ہوئے کسی کا غلبہ کیسے قبول کر لیں؟انہوں نے خطبہ استقبالیہ میں یہ تاریخی کلمات بھی کہے کہ ایک مقبول عام حکومت کو عمدہ اور موثر طور پر چلانے کیلئے اکثریت کو چاہیے کہ وہ اقلیتوں کو مطمئن کرے اور ہر ممکن طریقے پر انکے اندر اعتماد پیدا کرنے کی کوشش کرے۔صرف اس ایک جملے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان فطرتاً اور طبعًا اعتدال پسند اور رواداری کی اعلیٰ انسانی ،اسلامی روایات کے حامل ہیں۔قیام پاکستان کے قبل بھی وہ اقلیتوں کے احترام کو مملکت کے استحکام کی ضمانت سمجھتے تھے۔

☆ قرار داد پاکستان شیر بنگال مولوی فضل حق نے پیش کی۔قرارداد پیش کئے جانے کے بعد پہلا خطاب صوبہ یو پی سے تعلق رکھنے والا چوہدری خلیق الزمان نے کیا۔انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ اکثریتی فرقہ (ہندو) جس نے ظلم کیا، ان حالات کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ میں کہا کہ میں مولانا ابوالکلام آزاد سے وہاں بالکل اختلاف کرتا ہوں جہاں انہوں نے یہ کہا کیونکہ مسلمان اپنی مدافعت کیلئے کافی مضبوط ہیں اس لئے انہیں علیحدگی کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔

☆ پنجاب کی نمائندگی مولانا ظفر علی خان نے کی۔انہوں نے اپنے خطاب میں قرارداد کی منظوری پر مسرت بھرے انداز میں کہا کہ میں آج یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے ایک آزاد ہندوستان میں بول رہا ہوں۔گویا محض با ضابطہ مطالبہ پر ہی انہیں آزادی کی منزل دکھائی دے گئی۔انہوں نے ایک حقیقت بھی بے نقاب کی اور کہا کہ کانگریس آزادی کے حصول کی مطلق خواہش مند نہیں ہے۔اسکی خواہش صرف اقلیتوں کو دبا کر رکھنا ہے۔

جب قیادت مخلص، دردمند، مسائل اور جغرافیہ سے مکمل طور پر آگاہ ہو اور منزل کا راستہ اسکے دل و دماغ میں نقش ہو تو پھر مقصد کے حصول میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں رہ سکتی

☆ صوبہ سرحد (کے پی کے) کی نمائندگی سردار اورنگزیب خان نے کی اور قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صوبہ سرحد ہندوستان کا دروازہ ہے۔ہندو صوبوں میں رہنے والے مسلمانوں کو اس قرارداد کی حمایت پر مبارکباد دیتا ہوں۔سردار اورنگزیب خان نے یہ تاریخی کلمات کہے ”ہم برطانوی جمہوریت نہیں چاہتے“ جو سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ سروں کو گن لیا جائے؟

☆ صوبہ سندھ کی نمائندگی سر عبد اللہ ہارون نے کی اور قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر واقعہ ہے کہ مسلمان سندھ کے راستے ہندوستان میں آئے۔یہ مسئلہ سندھ کے مسلمانوں کے سامنے سب سے پہلے آیا جواب مسلم لیگ کے سامنے ہے۔

☆ صوبہ بہار کی نمائندگی خان بہادر نواب سید محمد اسماعیل نے کی۔بلوچستان کی نمائندگی قاضی محمد عیسیٰ نے کرتے ہوئے کہا کہ جب مسلمان آزادی حاصل کر لیں گے تو ان صوبوں کے مسلمانوں کو جو اقلیت میں ہیں کبھی فراموش نہیں کرینگے۔ان کے اختیار میں جو کچھ بھی ہوگا، اس سے وہ ان کی مدد کرینگے۔صوبہ سرحد کے مسلمانوں کی طرح بلوچستان کے مسلمان بھی ہندوستان کے دربان ہیں۔ اس لئے کہ وہ درہ بولان پر پہرہ دیتے اور انکی حفاظت کرتے ہیں۔ اس لئے ہم پر فرض ہوگا کہ ہم بطور دربان اپنے ان مسلمان بھائیوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔

قاضی عیسیٰ 17 جولائی 1914ء کو پشین بلوچستان میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام قاضی جلال الدین تھا،انہوں نے قانون کی اعلیٰ تعلیم انگلستان سے حاصل کی اور بار ایٹ لاء کی ڈگری لی۔قائد اعظم سے پہلی ملاقات کا احوال بیان کرتے ہوئے قاضی عیسیٰ کہتے ہیں ایک موقع پر دوست کے ہاں شکار

قائد اعظم کا ویژن وسیع عالمی جغرافیائی مطالعہ اور زمینی حقائق کے عمیق علم سے مزین تھا۔ بلاشبہ قیادت کا حق اسے ہی ہے جو حالات و واقعات اور پسِ منظر و پیش منظر سے پوری طرح آگاہ ہو

کھیلنے گیا تو انہوں نے میری ملاقات ایک دبلے پتلے، گورے چٹے اور پرکشش شخصیت کے حامل آدمی سے کروائی۔ یہ قائد اعظم سے میری پہلی ملاقات تھی۔ پہلی ملاقات میں ہی قائد اعظمؒ نے سوال کیا بلوچستان میں مسلم لیگ ہے تو میں نے جواب دیا میں ابھی انگلینڈ سے آیا ہوں میرا خیال ہے وہاں مسلم لیگ نہیں ہے۔ یہ سن کر قائد اعظمؒ نے بے ساختہ کہا: وہاں مسلم لیگ کیوں نہیں ہے؟ آپ خود کیوں مسلم لیگ کا کام شروع نہیں کرتے؟اور پھر اگلے دن قائد اعظمؒ نے کھانے پر مدعو کر کے طویل گفتگو کی اور میں سیاحت کا پروگرام ادھورا چھوڑ کر بلوچستان واپس آ گیا اور مسلم لیگ کا کام شروع کر دیا۔

قاضی محمد عیسیٰ کی کوششوں سے تحریک پاکستان کا پیغام ہر گھر تک پہنچ گیا اور حالات اتنے موافق ہو گئے کہ جون 1939ء میں بلوچستان کی تاریخ کی پہلی مسلم لیگ کانفرنس کا انعقاد کامیابی سے ممکن ہوگیا۔ یہ تھی بانی پاکستان کے دل میں اپنی قوم کی آزادی کی لگن۔قاضی محمد عیسیٰ اکثر کہتے تھے کہ محمد علی جناحؒ جو کچھ کرتے ہیں، ذاتی پسند و ناپسند سے کرتے ہیں یعنی انہیں کوئی ڈکٹیشن نہیں دے سکتا۔بانی پاکستان جب بھی بلوچستان جاتے تو قاضی عیسیٰ انکی کار ڈرائیو کرتے اور اسکا فخریہ اظہار کرتے۔بانی پاکستان سے محبت رکھنے والے بلوچوں کے بزرگ آج کے بلوچستان کے حالات دیکھتے ہوں گے تو ان کی روحیں کس کرب سے گزرتی ہونگی۔پورے پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کی حفاظت اور مدد کا ذمہ اپنے سر لینے والا بلوچستان آج مدد کیلئے دوسروں کا دست نگر بنا دیا گیا۔ وہ بلوچستان آج اپنے اور غیروں کی بے وفائی، کج ادائی اور ریشہ دوانیوں کا شکار ہے۔

بہرحال 23 مارچ کے تاریخ اجتماع میں بانی پاکستان نے طویل اور چشم کشا خطاب کیا۔ انہوں نے برصغیر کے حالات، نہرو لیڈر شپ کے دوغلا پن، انگریز کی مکاری اور آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں تفصیل سے بات کی اور گائیڈ لائن دی۔بانی پاکستان نے اس اجلاس میں اپنے خطبہ صدارت میں1935ء کے ایکٹ کے مکمل خاتمے کی بات کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ اعلانات کیلئے حکومت برطانیہ کی طرف دیکھیں جب کہ ہندوستانی قیادت حکومت برطانیہ کو ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کروا رہی تھی۔اسی تاریخی اجلاس میں بانی پاکستانؒ نے مسئلہ فلسطین کے اوپر تفصیل سے بات کی اور کہا کہ برطانوی حکومت واقعتاً اور حقیقی معنوں میں فلسطینی عربوں کے مطالبات پورے کرے۔

23مارچ 1940ء کے بانی پاکستان کے خطاب کا لب لباب یہ تھا کہ اب ہم کسی ہندومسلم اتحاد کے جال میں نہیں پھنسیں گے اور آزادی پر کوئی کمپرومائز نہیں کرینگے۔ بانی پاکستان کا یہ خطاب ان کے وسیع عالمی جغرافیائی مطالعہ اور زمینی حقائق کے عمیق علم سے مزین تھا۔بلا شبہ قیادت کا حق اسے ہی ہے جو حالات و واقعات،پس منظر اور پیش منظر سے پوری طرح آگاہ ہو اور امت کی قیادت کے فریضہ کی ادائیگی کا اہل ہو۔قیام پاکستان کیلئے سندھ،بلوچستان،سرحد،پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں نے بے پناہ قربانیاں دیں،اب پاکستان کو اغیار کی بدنظری سے بچانے کیلئے اسی اتحاد کی ضرورت ہے جس کے ایمان افروز مناظر 23مارچ 1940ء کے دن مینار پاکستان کے وسیع وعریض میدان میں دیکھے گئے۔داخلی انتشار کی ایک سزا ہمیں بنگال کے بازوکٹ جانے کی صورت میں مل چکی، اب دشمن باقی اکائیوں کوتوڑنے اور کمزور کرنے کے درپے ہے۔آج ہم بانی پاکستان کی صفات والے لیڈر سے تو محروم ہیں لیکن ایک اللہ ،ایک قرآن،ایک رسولﷺ کی نسبت سے اکٹھے ہو کر ایک پاکستان کی حفاظت کر سکتے ہیں۔پاکستان ایک نعمت ہے اور اس کی حفاظت ایمان اور آزادی کی حفاظت ہے۔

❁❁❁❁❁

ویژن 2025ء کی منظوری، دستور میں ترامیم

"اشرافیہ کے فرعونی اقتدار کے خاتمہ پر انصاف کے راستے کھلیں گے"

پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا سنٹرل ایگزیکٹو کونسل اور فیڈرل کونسل کے اجلاس سے خطاب، فورمز، نظامتوں کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار

رپورٹ

عوامی تحریک اورتحریک منہاج القرآن کی سنٹرل ایگزیکٹو اور فیڈرل کونسل کے مشترکہ اجلاس مورخہ 27 جنوری اور 28 جنوری 2018ء کو مرکزی سیکرٹریٹ میں منعقد ہوئے۔ اعلیٰ سطحی اجلاسوں کی صدارت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کی۔ اجلاسوں میں چاروں صوبوں سے تعلق رکھنے والے ممبرانِ سی ڈبلیو سی اور فیڈرل کونسل شریک ہوئے۔ ان اجلاسوں میں تحریک منہاج القرآن کے دستور، پاکستان عوامی تحریک کے آئین میں بعض ترامیم کی منظوری اور مشن کی ترقی ،تحریک کے پیغام کو عام کرنے، ممبر سازی، تنظیم سازی اور تنظیمی استحکام جیسے امور زیر بحث آئے۔ اس موقع پر ویژن 2025ء کی منظوری دی گئی۔ اجلاسوں میں جملہ فورمز نے اپنی کارکردگی رپورٹس ہاؤس کے سامنے رکھیں جن میں علماء کونسل، ویمن لیگ، یوتھ لیگ، ایم ایس ایم، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن،آغوش، بیت الزہرہ،ایم ای ایس، کالج آف شریعہ، منہاج یونیورسٹی بطور خاص شامل ہیں۔ جملہ نظامتوں کے سربراہان نے بھی کارکردگی رپورٹس پیش کیں۔

ہاؤس میں پیش کی جانے والی فورمز کی کارکردگی رپورٹس اکتوبر 2018ء کے مجلّہ میں تفصیل کے ساتھ شائع ہونگی۔

اجلاس میں چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین، پاکستان عوامی تحریک کے صدر قاضی زاہد حسین، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، نائب صدر تحریک منہاج القرآن بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، نائب ناظم اعلیٰ کوآرڈینیشن محمد رفیق نجم، نائب ناظم اعلیٰ سردار شاکر مزاری، نائب ناظم اعلیٰ احمد نواز انجم، نائب ناظم اعلیٰ رانا محمد ادریس، جملہ فورمز کے مرکزی صدور وسیکرٹریز، دیگر سینئر رہنما اور نظامتوں کے سربراہان خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جملہ نظامتوں اور فورمز کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا اور آئندہ کیلئے لائحہ عمل اور ہدایات دیں۔

شیخ الاسلام نے اس موقع پر خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا انصاف ہمیں ایمان کی طرح عزیز ہے۔ ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے قانونی، سیاسی، احتجاجی جدوجہد کررہے ہیں اور کامل انصاف ملنے تک کرتے رہیں گے۔ حصول انصاف کی جدوجہد کے تین فیز ہیں، اس وقت ساری توجہ قانونی جدوجہد پر ہے۔ ہم چیف جسٹس آف سپریم کورٹ سے استدعا کررہے ہیں کہ کراچی،قصور اور مردان کے شرمناک اور ذلت آمیز درندگیوں پر عدلیہ کا نوٹس لینا قابل تحسین اقدام ہے اس پر پاکستان عوامی تحریک اور پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کی مجلس شوری مشترکہ طور پر سپریم کورٹ آف پاکستان کو خراج تحسین پیش کرتی ہے مگر ساتھ ہی شدت کے ساتھ مطالبہ کرتی ہے کہ لاہور کے راؤ انواروں پر ہاتھ کب ڈالا جائے گا۔؟ چیف جسٹس آف پاکستان نے کہا ہے کہ اگر ریاست پاکستان کے شہریوں کا قتل عام کرے تو ریاست کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی تو چیف جسٹس آف پاکستان کو متوجہ کرتا ہوں کہ 17 جون 2014 کو جو کچھ ہوا کیا وہ ریاست نے قتل عام نہیں کیا؟ جو 14 بے گناہ شہریوں کی لاشیں گرائی گئیں، 100 کے قریب بے گناہ لوگوں کے جسم گولیوں سے چھلنی کیئے گئے، جس کے اوپر جسٹس باقر نجفی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں

Establish کر دیا ہے کہ ماڈل ٹاؤن میں پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے یا تحریک منہاج القرآن کی طرف سے کسی ایک کارکن نے بھی گولی نہیں چلائی۔اس رپورٹ سے پہلے پاکستان کا میڈیا پوری دنیا کو بتا رہا تھا اور دکھا رہا تھا کہ یکطرفہ گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی ہے اور جوابی کاروائی میں سیلف ڈیفنس میں بھی کوئی گولی نہیں چلی۔ انہوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت لاشیں گرائیں۔لاشیں گرانا اور خون کی ہولی کھیلنا ایک ٹاسک تھا جو انہیں دیا گیا اور انہوں نے اسے مکمل کیا۔ یہاں پنجاب میں درجنوں بیسیوں کے حساب سے راؤ انوار ہیں جو 14 لوگوں کے قاتل اور 100 لوگوں پر گولیاں چلانے والے ہیں وہ پنجاب میں دندناتے پھرتے ہیں وہ محفوظ ہیں۔ نہ اُن میں سے کوئی ECL پر چڑھایا گیا، نہ ان میں کوئی Arrest ہوا، نہ ان میں کوئی برطرف ہوا، نہ ان میں کوئی معطل ہوا، نہ ان میں سے کسی کو سزا ملی۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کا یہاں کے راؤ انوار کی طرف متوجہ ہونا اُس کا اسی طرح آئینی ذمہ داری ہے جس طرح وہ ملک کے باقی حصوں میں اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہی ہے۔ جب حکومت اپنے فرائض ادا کرنے میں ناکام ہوجائے، انتظامیہ Deliver نہ کرے، پارلیمنٹ بھی ڈیلور نہ کرے اور ہر طرف لاقانونیت ہو اور عزتیں لٹ رہی ہوں، اور مجرم پکڑے نہ جارہے ہوں، قتل وغارت گری ہو رہی ہو تو عدلیہ کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ پورے ملک کی نگاہیں اس وقت اعلیٰ عدلیہ پر ہیں اور ماڈل ٹاؤن کے شہداء اور ان کی بیواؤں اور ماڈل ٹاؤن کے یتیم بچوں کی نگاہیں بھی سپریم کورٹ آف پاکستان کی طرف ہیں۔

چیف جسٹس صاحب میں آپ کو تین حوالوں سے جانتا ہوں:

(1) آپ کی انسان دوستی کو جانتا ہوں۔اس انسان دوستی کے ناطے سے میں آپ سے مخاطب ہوں۔

(2) ایک اچھے قانون دان کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ اس ناطے سے آپ کو معلوم ہے کہ اس ملک میں قانون کس طرح قیدی ہے ۔آپ کو معلوم ہے کہ انصاف دلانے والے ادارے کس طرح قیدی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ طاقتور کس طرح قانون سے کھیلتا ہے۔ طاقتور لوگ، غنڈوں کے جتھے کس طرح کمزوروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

(3) میں نے آپ کو چیف جسٹس آف پاکستان کی حیثیت سے دیکھا ہے کہ جب سارے ادارے شل ہو گئے تھے اور کوئی لوگوں کو جسٹس فراہم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ انتظامیہ، حکمران، وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ پنجاب خود درندے بن گئے تھے، کسی کو انصاف ملنے کی کوئی توقع نہیں تھی، ان حالات میں آپ ایکٹو ہوئے اور آئین پاکستان کے مطابق امور کو آپ نے مستعدی سے انجام دینا شروع کیا۔

پوری قوم آپ کے اِن اقدامات کو Appreciate کر رہی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان درندوں کا مستقل علاج کرنا ہوگا۔ اس سسٹم پر فوکس کرنا ہوگا کہ یہ خرابی کیا ہے؟ یہ ادارے ڈیلور کیوں نہیں کر رہے؟ پارلیمنٹ کو کس نے مفلوج بنا رکھا ہے؟ اس ملک کے تمام لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ آپ کچھ کریں۔ طاقتور کو عدالت کی حاجت نہیں وہ غنڈہ بن چکا ہے۔ جب ایسے حالات پیدا ہو چکے ہوں تو اس سسٹم کو فکس کرنا ہوگا۔یہ ریاست کے ادارے ہیں۔انتظامیہ بھی ریاست کا ادارہ ہے۔جب انتظامیہ اور ادارے اپنے فرائض ادا کرنے میں فیل ہوجائیں تو عدلیہ کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ پورے ملک کی نگاہیں اس وقت اعلیٰ عدلیہ پر ہیں۔

ہم نے احتجاج کے حق کو محفوظ کر لیا ہے۔جس وقت ضرورت ہوگی ہم اپنا حق استعمال کریں گے۔ اس حق کو استعمال کرنے کی ہمیں کسی سے اجازت نہیں ہوگی۔ ہم سیاسی اور قانونی حکمت عملی پر عمل کریں گے۔ ہم نواز شریف، شہباز شریف اور دیگر ماڈل ٹاؤن کے قاتلان پر ان کی عدالت میں طلبی کیلئے Concentrate کر رہے ہیں اور ان کی عدالت طلبی کی فریش پٹیشن دے دی ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ اس کے لیے بنچ بنے جو ابھی تک نہیں بنا۔ہم ان قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ نہیں جنا جو ہمارے حوصلوں کو پست کر سکے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس قوم نے اشرافیہ کو گھسیٹنا اور ان سے قانون اور آئین کے مطابق انصاف لینا ہے۔شریف برادران سن لیں! چاہے آپ فرمائشی ڈرون حملے کروالیں، فرمائشی بارڈر ٹینشن کروالیں، فرمائشی بدامنی پیدا کروالیں یا فرمائشی دیگر مسائل کھڑے کر لیں، آپ کی ساری فرمائشیں ناکام ونامراد ہوں گی۔ اس قوم کو ایک منزل ملے گی اور وہ منزل بہت قریب ہے اور وہ آپ کے فرعونی اقتدار کا خاتمہ ہے اور اس کے بعد انصاف کے سارے راستے کھلیں گے۔ ❁❁❁❁❁

اخلاق باختہ کلچر کا میٹھا زہر اور اس کا تدارک

احسان حسن ساحر

ایک عرصہ سے یہ بات زبانِ زد عام ہے کہ عہد حاضر کی جوان نسل اپنے مقصد حیات سے بے خبر اور بے بہرہ ہوکر ماحول کی رنگینیوں، زمانے کی الجھنوں اور وقت کی بھول بھلیوں میں گم ہوکر رہ گئی ہے۔ اس نسل کے شب و روز گلیوں، بازاروں اور پارکوں میں بے مقصد آوارہ گردی کرتے گزر رہے ہیں۔ اغیار کے کلچر کا درآمد شدہ غلاظت کا سیلاب آج مسلمانوں کی آبادیوں میں پہنچ کر اپنا تعفن اور ہلاکت خیز اثرات مرتب کررہا ہے۔ اعلیٰ انسانی قدریں اور اخلاقی تقاضے جو انسانیت کی پیشانی کا زیور اور بنی آدم کا طرہ امتیاز تھے، اسی طوفان کی نذر ہوتے جارہے ہیں۔ شرم و حیا کا تقدس، عفت و عصمت کا تحفظ اور ادب و احترام کا تصور تیزی سے حیات انسانی سے خارج ہوتا جارہا ہے۔ اچھے اور برے، نیک اور بد، شریف اور بدقماش کی شناخت دم توڑ رہی ہے۔

وہ بری خصلتیں جن کو ہر دور میں اجتماعی انسانی ضمیر اور دنیا کے ہر مذہب نے نفرت آمیز نگاہوں سے دیکھا، ان کو تہذیب انسانی کے لیے زہر ہلاہل جانا جارہا ہے، جن سے بچنے کی ہدایت وترغیب بلاتخصیص تمام مذاہب کے پیشواؤں نے دی آج ملت اسلامیہ کے افراد انہی امراض کا شکار ہوکر رہ گئے ہیں۔ کذب بیانی، فریب کاری، دغا بازی، منافقت، وعدہ کی عدم پاسداری، ہر طرح کی مصنوعات میں جعل سازی اور دونمبری عام ہوگئی ہے۔ آج اگر ہم ایسے دگرگوں حالات کا تجزیہ کریں تو ایسی افسوس ناک صورت حال سامنے آئے گی کہ عرق ندامت سے سارا جسم شرابور ہوجاتا ہے۔ عبادات میں ریاکاری اور سخاوت میں شہرت ہمارے معمولات کا حصہ بن چکی ہیں۔ ان کے علاوہ ہمارا خاندانی اور عائلی نظام حیات بھی ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا ہے۔

اکثر گھروں کے بچے کسی رہنمائی اور تربیت کے بغیر ہی پرورش پارہے ہیں۔ اہل خانہ کے درمیان ہم خیالی، باہمی مشاورت، مثبت بات چیت اور ایک دوسرے کا دکھ سکھ بانٹنے کی جگہ ٹیلی ویژن، کیبل اور ٹی وی چینلز پر دکھائی جانے والی فلموں اور رقص وموسیقی کے پروگراموں نے لے لی ہے۔ ان پروگرامز نے افراد کو باہم گفتگو کے موقع سے ہی محروم کر دیا ہے۔ ہر انسان حصول مال و زر کے مضحکہ خیز مقابلہ میں پیش پیش ہے۔ والدین اپنی اولاد کے لیے مثالی نہیں رہے۔ ام الخیر جیسی مائیں نظر نہیں آتیں اور عبدالقادر جیلانیؒ جیسے صالح بچے جنم نہیں لیتے۔ دلوں سے محبت، ادب اور خلوص و مروت کی حلاوت و چاشنی ختم ہوکر بُغض و حسد کی کڑواہٹ پیدا ہوگئی ہے۔ گویا سارے کا سارا معاشرہ بری طرح دیوالیہ ہوکر رہ گیا ہے۔

ایک لمحہ کے لیے ذرا اپنی سوچ وفکر کا زاویہ تبدیل کرکے غور کریں کہ ہم اس حال میں کیسے پہنچے؟ یہ تمام حالات اس بات کے عکاس ہیں کہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے نمائندہ افراد نے اپنے اپنے ماتحت افراد کی تربیت کا صحیح حق ادا نہیں کیا۔ آیئے ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر خلوص نیت سے اپنے خالق و مالک کی بارگاہ عظمیٰ میں یہ عہد کریں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ کے مطابق اپنی اولاد، اہل وعیال، ماتحت افراد اور وہ جن پر ہمیں ذمہ دار بنایا گیا ہے، ان تمام کی تعلیم وتربیت کا حق ادا کریں گے اور نوجوان نسل کے قومی اور اسلامی کردار کے احیاء اور تحفظ میں اپنا کلیدی کردار ادا کریں گے۔ اللہ رب العزت اور آقا ﷺ کی خوشنودی اسی میں ہے کہ مسلمان ہر اس کام کو ترک کردے جو دین اسلام سے متصادم اور لایعنی (بے مقصد) ہو۔ اگر ہم نے اس حوالے سے موثر کن کردار ادا نہ کیا اور اپنے اخلاقی، معاشرتی، روحانی احوال اور اپنے طرز حیات پر غوروفکر نہ کیا تو یقیناً ہمارا شمار بھی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

❁❁❁❁❁

منہاج القرآن یوتھ لیگ مصطفوی انقلاب کا ہراول دستہ

قوموں اور تحریکوں کی کامیابی میں نوجوانوں کا کردار نمایاں رہا

MYL قائد انقلاب کی سرپرستی میں نوجوانوں کی اخلاقی، روحانی، تعلیمی تربیت میں پیش پیش ہے

تحفظ ناموسِ رسالت، بیداریٔ شعور، ضربِ امن مہم، لیڈرشپ کیمپس کا انعقاد قابلِ ذکر کامیابیاں

مظہر محمود علوی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا جس قدر بھی ترقی یافتہ ہوتی چلی جائے گی۔اس قدر نوجوانوں کی اہمیت، افادیت اور حیثیت بھی بڑھتی چلی جائے گی اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ قوموں اور تحریکوں کی کامیابی اور ترقی میں ہمیشہ نوجوانوں کا کردار نمایاں رہا ہے۔

نوجوان بلند حوصلوں کے پیکر، جہدِ مسلسل اور جفاکشی کا عملی نمونہ ہوتے ہیں۔چیلنجز کا جواں مردی سے مقابلہ کرنا، بلند پرواز، شاہینی صفات، بلاخوف وخطر آگے بڑھنا اور اقوام وملل اور تحریکوں کے اندر ولولوں اور جذبوں کو پیدا کرنا نوجوانوں کا ہی خاصہ ہے۔ بلندعزائم سے منزل کے حصول کے لئے کشتیاں جلانا، طوفانی ہواؤں کا رخ موڑنا، شکست کو فتح میں تبدیل کرنااور تاریک اورمشکل حالات میں قوموں اور معاشروں کے لئے امید کی کرنیں ہمیشہ نوجوانوں کے ہی دم قدم سے رہی ہیں۔نوجوانوں کے ان تمام اوصاف کے باوجود اِن جوانوں کا ان جذبوں اور ولولوں سے متصف ہوکر مشکلات سے یوں ٹکرا جانا یقیناً اولولعزم فکر پرمبنی قیادت کی رہنمائی کے بغیرممکن نہیں ۔ اس حقیقت کو اگر ہم قیام پاکستان کے تناظر میں دیکھیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگی کہ تحریک پاکستان کی جدوجہد میں جذبوں اور ولولوں سے سرشارعظیم نوجوانوں نے در حقیقت مصور پاکستان علامہ محمد اقبال کی فکری وشعوری راہنمائی اور قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں اپنا کردار ادا کیا۔

بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعدایک طرف پاکستان اور دوسری طرف مجموعی طور پر امت مسلمہ ایک ہمہ جہت، باکردار اورمخلص قیادت سے محروم رہی جس کی بناء پر آزاد خودمختار ریاست پاکستان میں نوجوانوں کی اکثریت کے باوجود ان کا کوئی مثبت اور مؤثر کردار سامنے نہ آسکا اور یوں حقیقی اسلامی فلاحی ریاست کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

پاکستان کی مجموعی صورتحال اور امت مسلمہ کی زبوں حالی کے پیشِ نظر1980ء میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے امت مسلمہ کے احیاء اور ملک پاکستان کو علامہ اقبال کی فکر اور قائداعظم کے فرمودات کی روشنی میں تعمیر کرنے کی غرض سےتحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھتے ہوئے اپنی جدو جہد کی منزل مصطفوی انقلاب کوقرار دیا اور اس انقلابی جدوجہد میں نوجوانوں کو اس کا ہراول دستہ بنانے کے لئے 30نومبر 1988ءکومنہاج القرآن یوتھ لیگ کے نام سے نوجوانوں کی تنظیم کی بنیاد رکھی۔

منہاج القرآن یوتھ لیگ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی قیادت میں نوجوانوں کی نمائندہ وہ واحد تنظیم ہے جو نوجوانوں کی ہمہ جہت اخلاقی وروحانی ، معاشی وفلاحی، تعلیمی و تربیتی ،عصری وتفریحی اور سیاسی وسماجی پہلوؤں پر رہنمائی کا باعث بن رہی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ منہاج القرآن یوتھ لیگ نے اپنے قیام سےلیکرآج کے دن تک اپنے 29سالہ دور میں

☆ مرکزی صدر منہاج القرآن یوتھ لیگ

ہر فیلڈ میں ایسے نوجوان تیار کئے ہیں جو نہ صرف پاکستان بلکہ امت مسلمہ کی سطح پر اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

مقاصد اور اہداف:

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ہمہ جہت اور ولولہ انگیز قیادت میں منہاج القرآن یوتھ لیگ کے قیام کے درج ذیل مقاصد ہیں:

نوجوانوں میں فروغ	نوجوانوں میں خاتمہ
قیام امن اور انسانیت کا احترام	سماجی و معاشی استحصال
قومی خدمت اور سماجی بہبود	اخلاقی وجنسی بے راہ روی
انقلابی کردار کی تشکیل	منشیات اور شراب نوشی
یوتھ لیڈر شپ ڈویلپمنٹ پروگرامز	انتہا پسندی و دہشت گردی
تعمیری کھیل	مایوسی و بے روزگاری
قدرتی آفات سے نبٹنے کی ٹریننگ	ماحولیاتی آلودگی
کیرئیر کونسلنگ	جہالت و ذہنی پسماندگی
جمہوری رویے اور قائدانہ صلاحتیں	فرقہ واریت

لائحہ عمل:

منہاج القرآن یوتھ لیگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے درج ذیل سیکٹرز میں کام کرتی ہے:

۱۔ اخلاقی و روحانی سیکٹر　　۲۔ تعلیمی و تربیتی سیکٹر
۳۔ سیاسی و سماجی سیکٹر　　۴۔ معاشی و فلاحی سیکٹر
۵۔ عصری و تفریحی سیکٹر

منہاج القرآن یوتھ لیگ کی خدمات

منہاج القرآن یوتھ لیگ نوجوانوں کی علمی وفکری اصلاح اور اپنے قیام کے مقاصد کے حصول کے لیے درج ذیل خدمات کو پوری جانفشانی کے ساتھ ادا کر رہی ہے:

۱۔ فروغِ عشقِ رسول ﷺ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منہاج القرآن انٹرنیشنل کی دعوت کا بنیادی نقطہ فروغ عشق رسول ﷺ رکھا اور اس مقصد کے لئے نہ صرف اس موضوع پر کتب تحریر کیں بلکہ اپنے ہزاروں خطابات کے ذریعے حضور ﷺ کی محبت کو نوجوانوں کے دلوں میں پیدا کیا۔ منہاج القرآن یوتھ لیگ نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ہدایات کی روشنی میں نوجوان نسل میں فروغ عشق رسول ﷺ کے لئے ملک بھر میں ہزاروں کی تعدا میں "حلقاتِ درود وفکر" قائم کئے۔

۲۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ

مغربی ممالک میں گستاخانہ خاکوں کی صورت میں ناموس رسالت ﷺ پر حملہ کیا گیا۔ جس سے مسلمانوں کی شدید دل آزاری ہوئی اور دنیا بھر میں اس کیخلاف شدید احتجاج ہوا۔ اس موقع پر شیخ االا سلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عالمی قوانین اور دیگر دلائل سے بھر پور ایک مراسلہ عالمی رہنماؤں اوراقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام لکھ کر ان گستاخانہ خاکوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی۔ اسی اثناء میں منہاج القرآن یوتھ لیگ نے قومی و بین الاقوامی سطح پر اس حملے کا منفرد اور موثر انداز میں جواب دیتے ہوئے دنیا کے طویل ترین بینر(32808 feet) پر مشتمل ملک بھر میں دستخطی مہم چلائی اور لاکھوں دستخطوں پر مشتمل بینر کو UN میں جمع کروا کر اپنا احتجاج ریکارڈ کروا کر یہ پیغام دیا کہ پاکستانی نوجوان تاجدار کائنات ﷺ کی شان میں گستاخانہ حرکتوں کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

۳۔ تحریکِ بیداریِ شعور

قائد انقلاب نے پاکستان میں حقیقی تبدیلی اور انقلابی جدوجہد کرتے ہوئے پاکستان کی زبوں حالی اور تباہی و بربادی کی اصل جڑ پاکستان میں مروجہ انتخابی و سیاسی نظام کو قرار دیا اور واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ

’’پاکستان کو اس وقت تک کرپٹ اور اشرافیہ سے نجات نہیں مل سکتی جب تک کڑا احتساب اور انتخابی اصلاحات نہیں ہوں گی‘‘۔

قائد انقلاب نے اس پیغام کو اپنی انقلابی جدوجہد کی بنیاد بنانے اور تبدیلیِ نظام اور انتخابی اصلاحات کے پیغام کو منہاج القرآن یوتھ لیگ نے گراس روٹ لیول تک پہنچانے کی عملی جدوجہد میں پروجیکٹرز پروگرامز، ریلیز، کارنر میٹنگز، واکس اور سیمینارز کا انعقاد کیا اور قائد انقلاب کے تبدیلی نظام کے پیغام

کو ہر سطح تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

۴۔ سماجی و فلاحی خدمات

منہاج القرآن یوتھ لیگ جہاں دیگر شعبوں میں نوجوانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہے وہاں سماجی و فلاحی حوالے سے شجرکاری مہم، بلڈ بنک سوسائٹی، سپورٹس فیسٹیول اور ریسکیو ٹریننگز کا اہتمام بھی کرتی ہے۔ ریسکیو کے حوالے سے باقاعدہ نوجوانوں کی ٹریننگ کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ جہاں کہیں بھی ہنگامی حالات پیدا ہوں وہاں یہ نوجوان پاکستانیت کا جذبہ لئے ملک وقوم کی خدمت کرسکیں۔ اس ضمن میں ملک پاکستان میں آنے والے تباہ کن سیلابوں اور زلزلوں سے متاثر ہونے والوں کی بحالی میں منہاج القرآن یوتھ کے تربیت یافتہ نوجوانوں کا کردار نمایاں تھا۔ اسی طرح ایک فرد ایک درخت کے نام سے ملک بھر میں 2008ء میں شجرکاری مہم بھی لانچ کی گئی، اسی پروگرام کے تسلسل میں امسال بھی گرین پاکستان کے نام سے مہم شروع کی جارہی ہے۔

نوجوانوں کو سماجی و فلاحی سرگرمیوں میں شریک کرکے یونین کونسل اور یونٹ لیول پر ممکنہ مسائل کے حل کے لئے منہاج القرآن یوتھ لیگ کے زیرنگرانی یوتھ ویلفیئر سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے۔

۵۔ انقلابی جدوجہد

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے تحریک کی بنیاد رکھتے ہی جو نظریہ اور ویژن دیا ہے اس کا مقصد اور منزل مصطفوی انقلاب ہے۔ 23 دسمبر 2012ء کو جب انقلابی جدوجہد نئے موڑ میں داخل ہوئی تو باطل، استحصالی اور منافقانہ طاقتوں نے اپنے اقتدار اور طاقت کے چھن جانے کے خوف سے اس انقلابی تحریک کو روکنے اور جنوری 2014ء کے لانگ مارچ کو عددی اعتبار سے کمزور کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن قائد انقلاب کی لانگ مارچ کی کال کو نوجوانوں نے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا کر نہ صرف کامیاب کیا بلکہ ہر کال پر یوتھ لیگ کے نوجوانوں نے منظّم انداز میں لبیک کہا۔ خواہ وہ 11 مئی 2013ء کے الیکشن ڈے کے دھرنے ہوں یا 11 مئی 2014ء کو ساٹھ شہروں میں تبدیلیِ نظام اور انقلابی دھرنے یا 17 جون سے لے کر اب تک کی جانے والی انقلابی جدوجہد کی ان تمام کاوشوں میں یوتھ لیگ کے جوانوں کی شرکت نمایاں رہی۔

منہاج القرآن یوتھ لیگ کے نوجوان حکومتی و ریاستی دہشت گردی کے سامنے سینہ سپر ہوکر ہمیشہ صف اول میں رہے اور اسی جذبے اور ولولے کیساتھ مصطفوی انقلاب کی جدوجہد میں ہراول دستے کی صورت میں میدانِ عمل میں موجود ہیں۔

۶۔ ملک گیر ضربِ امن مہم

ربع صدی سے امتِ مسلمہ بالعموم اور وطنِ عزیز بالخصوص جس انتہاء پسندی اور دہشت گردی کی عالمی جنگ کی لپیٹ میں ہے۔ ان حالات میں سفیر امن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے مختلف زبانوں میں دہشت گردی کے خلاف فتویٰ، نصاب امن اور عالمی امن کانفرنسز کی صورت میں عملی و فکری محاذ پر فرنٹ لائن پر Counter کیا ہے۔ جس سے دنیا بھر میں اسلام کا تشخص بحال ہوا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے اسی پیغام کو منہاج القرآن یوتھ لیگ نے 24 نکات پر مشتمل "قراردادِ امن" کی صورت میں ملک پاکستان کے نوجوانوں تک پہنچانے کے لئے ملک گیر "ضربِ امن" مہم کا آغاز کیا تھا جسکا دورانیہ کم و بیش ایک سال (2015 تا 2016ء) تھا۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری (صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل) نے دستخط کرکے اس مہم کا باقاعدہ اعلان کیا۔ اس مہم کو فیلڈ میں مؤثر انداز میں چلانے اور قرار داد امن کا پیغام نوجوانوں تک پہنچا کر انہیں انتہاء پسندانہ فکر سے بچانے کے لئے Peace workers اور Peace Activists کی تیاری کے سلسلے میں کراچی تا پشاور 60 سے زائد ضرب امن ٹریننگ ورکشاپس منعقد ہوئیں۔ ان ورکشاپس میں ہزاروں نوجوان تیار ہوئے جنہوں نے بعد ازاں دستخطی مہم اور ''Say no to terrorism'' کیمپس کے ذریعے لاکھوں افراد تک اسلام کا اعتدال پسندی کا پیغام پہنچا کر نوجوانوں کو دہشت گردی اور

انتہا پسندی کی فکر سے بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

☆ ضرب امن مہم کے دوران منہاج القرآن یوتھ لیگ نے قومی سطح پر فروغ امن اور دہشت گردی و انتہاء پسندی کی سوچ کے خلاف کراچی تا خیبر (20 نومبر تا 16 دسمبر 2016ء) ضرب امن سائیکل کارواں بھی کیا۔ یہ کارواں اپنی نوعیت کی منفرد اور انتہائی موثر سرگرمی تھی۔ جس میں 15 سائیکل سواروں نے امن ، محبت ،رواداری اور اعتدال پسندی کے پیغام کو بذات خودلٹریچر کے ذریعے 50 سے زائد شہروں میں پہنچا کر اہم کردار ادا کیا۔

۷۔ نیشنل یوتھ الائنس ۔۔۔قومی سطح پر پہلا قدم

قومی سطح پر نوجوانوں کے مسائل (بے روزگاری، انتہاء پسندی کا رجحان، منشیات، بے راہ روی، سماجی و معاشی و سیاسی استحصالی) کو اجاگر کرنے اور انکے حل کے مشترکہ جدوجہد کی خاطر منہاج القرآن یوتھ لیگ کے سیاسی ونگ پاکستان عوامی تحریک یوتھ ونگ کے پلیٹ فارم سے ملکِ پاکستان کی 22 کے قریب یوتھ وطلبہ تنظیمات پر مشتمل نیشنل یوتھ الائنس تشکیل دیا گیا ہے۔ اس الائنس کی صدارت کا اعزاز بھی منہاج القرآن یوتھ لیگ کو حاصل ہوا ہے۔ تمام تنظیمات نے پاکستان عوامی تحریک یوتھ ونگ کے اس تاریخی قدم کو سراہا اور غیر مشروط ساتھ دینے کا اعلان بھی کیا۔

۸۔ یوتھ لیڈرشپ ٹریننگ کیمپس

منہاج القرآن یوتھ لیگ سے منسلک نوجوانوں کو باقاعدہ تربیتی عمل سے گزارکر ان کے اندر قیادت کے جوہر پیدا کئے جاتے ہیں تاکہ وہ کسی بھی شعبہ ہائے زندگی میں وہ آگے بڑھ کر نمایاں کردار ادا کرسکیں۔ اس حوالے سے منہاج القرآن یوتھ لیگ کے زیر اہتمام مرکزی ،زونل اور اضلاع کی سطح پر سہ ماہی یوتھ لیڈر شپ کیمپس کا انعقاد کیا جاتاہے۔ جن میں پروفیشنل ٹریز ز نوجوانوں میں قائدانہ صلاحیتوں کے جوہر پیدا کرنے کی مہارتیں سکھاتے ہیں۔

۹۔ اصلاحِ احوال اور یوتھ لیگ کا کردار

مادیت زدہ اور پرفتن دور میں قائد انقلاب کی قیادت میں منہاج القرآن یوتھ لیگ جہاں نوجوانوں کی فکری ونظریاتی تربیت کا ساماں مہیا کرتی ہے تو وہاں ان کی اخلاقی و روحانی بالیدگی کا اہتمام بھی کرتی ہے۔اس سلسلے میں جہاں نوجوانوں میں تقویٰ و طہارت کا نور پیدا کرنے کے لئے مقامی سطح پر ماہانہ شب بیداری اور حلقات درود وفکر کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے وہاں نوجوانوں کو سالانہ عالمی اعتکاف اور گوشہ درود کے لئے بھی تیار کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ قومی اور دینی ایام پر مؤثر کردار

منہاج القرآن یوتھ لیگ کے زیر اہتمام تمام دینی اور قومی ایام پر بامقصد پروگرامز/ کانفرنسز/ سیمینارز منعقد کئے جاتے ہیں۔ یہ پروگرامز بیدارئِ شعور میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۔ ماہ محرم: فکرِ حسین اور پیغام حسین کانفرنسز کا انعقاد

۲۔ 23مارچ یوم پاکستان: پیغامِ تکمیل پاکستان کانفرنسز اور سیمینارز کا انعقاد

۳۔ 9 نومبر، اقبال ڈے: "فکر اقبال اور آج کا نوجوان" اور" اقبال کا شاہین اور آج کا نوجوان" کے عنوان سے سیمینارز کا انعقاد

۴۔ ماہ میلاد النبی ﷺ: عشقِ رسول ﷺ اور پیغام میلاد مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے لیے ملک بھر میں میلاد مارچ اور ریلیز کا انعقاد

۵۔ 14اگست یوم آزادی: جیوے پاکستان یوتھ ریلیز ، امن یوتھ ریلیز/ کانفرنسز وسیمینارز کا انعقاد

۶۔ نئے سال کے آغاز پر شب دعا کا انعقاد

۷۔ 14جون "عالمی بلڈ ڈونیشن ڈے": "Donate blood once in a life" کے سلوگن سے ملک بھر میں کیمپس کا اہتمام

۸۔ 25دسمبر: نوجوانوں کی فکری ونظریاتی رہنمائی کے لئے " قائداعظم کے افکار اور آج کا پاکستان " کے عنوان سے ملک بھر میں سیمینارز کا انعقاد

❁❁❁❁❁

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی، روحانی، تعلیمی، معاشی، اقتصادی، سائنسی، فقہی، قانونی، انقلابی، فکری اور عصری
موضوعات پر **550** سے زائد کتب

ایسا انسائیکلوپیڈیا جو دلوں کی ویران بستیاں آباد کرنے کے ساتھ ساتھ
ذہنِ جدید میں پیدا ہونے والے اِشکالات کے مدلل جواب دیتا ہے
اور اصلاحِ اَحوال و اِحیائے اُمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
MAR-2018
LAHORE
Regd CPL No.41

AGS
READ LEAD SUCCEED

Aghosh Grammar School

Playgroup to Matric

ADMISSION OPEN

- State of the Art Building
- Activity Based Learning
- Purpose-Built Institution
- Boarding House Facility
- Highly Qualified and Trained Staff

Visit us at:

Aghosh Complex
Shah-e-Jelani Road,
Township, Lahore.

Free Computer &
English Spoken Course
for Student and one Family Member

042-35116787, 35116790-1 www.aghosh.net